خواتین کا نمائندہ شمارہ

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

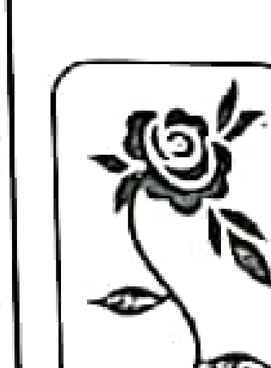
جلد: 13 شمارہ: 9 ستمبر 2006ء

فہرست

قیمت: 15 روپے
سالانہ خریداری 150 روپے

ترسیلِ زر کا پتہ: منی آرڈر/چیک/ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 4-101 ماڈل ٹاؤن لاہور

بدلِ اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید، امریکہ: 15 ڈالر مشرق وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر



رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور
فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-5168184
Visit us on: www.minhajsisters.com E-mail: sisters@minhaj.info



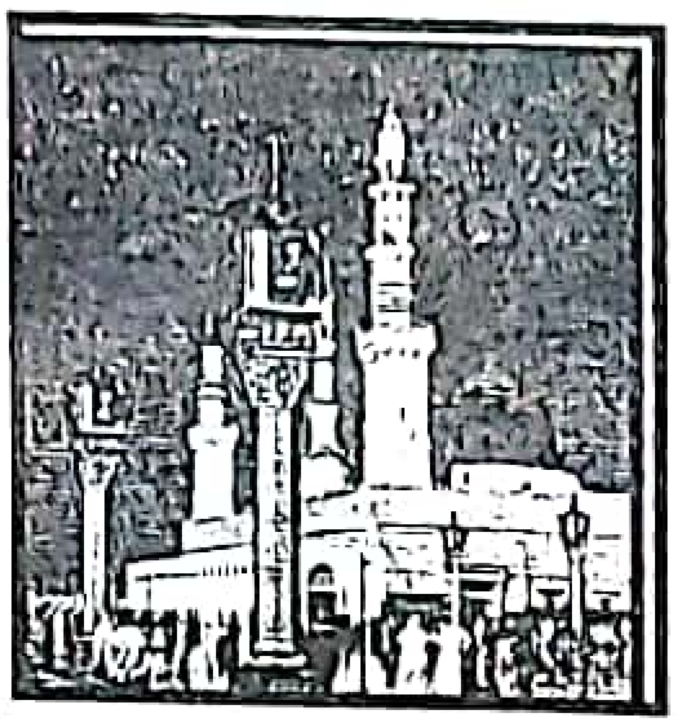
فرمان الٰہی

ولا تقولوا لمن يقتل فى سبيل الله اموات بل احياء ولكن لا تشعرون.

(البقرۃ، ۲:۱۵۴)

ترجمہ: ''اور جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو (وہ مردہ نہیں) بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو ان کی حیات کا شعور نہیں۔''

تشریح: اللہ کے راستے میں جان قربان کرنے والے کو مردہ نہ کہو کیونکہ اس نے تو ایسی قوت قبول کی ہے جو ہزاروں مردوں کو زندہ (رکھنے کا) رہنے کا سلیقہ سکھا گئی ہے اس نے خود موت کے گلے لگ کر قوم کو زندہ کر دیا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ماچس کے ذریعے چراغ جلائے اور آگے چراغ سے چراغ جلاتا جائے۔ اب اگر کوئی ماچس کی تیلی کے وجود کو دیکھے تو وہ سمجھے گا کہ یہ تو جل کر راکھ ہوگئی ہے لیکن اگر وہ اس ماچس کی تیلی کے انجام اور نتیجے کو دیکھے تو اسے پتہ چلے گا کہ اس ماچس کی ایک تیلی نے اپنے وجود کو جلا کر ہزاروں وجودوں کو روشن کیا ہے اور ہزاروں بجھے ہوئے چراغوں کو روشنی عطا کی ہے۔ اسی طرح شہید نے اپنی جان اپنے مولا کی راہ میں قربان کر کے بظاہر تو موت کو گلے لگایا ہے لیکن درحقیقت اس نے پوری قوم کو زندگی عطا کی ہے اور خود وہ ایسی زندگی میں داخل ہوگیا ہے جو کہ اس دنیا کی زندگی سے کہیں زیادہ بہتر ہے شہید اپنی جان کا نذرانہ اپنے مولا کی راہ میں پیش کر کے اللہ کے دین اپنی قوم اور ملک وملت کی مدد کرتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کا چراغ بجھا کر اپنی قوم کی زندگی کا چراغ روشن کر جاتا ہے۔



فرمان نبوی ﷺ

ماسئل رسول الله ﷺ شيئا قط فقال لا (متفق علیہ)

ترجمہ: آپ ﷺ سے جب بھی کوئی چیز مانگی گئی تو حضور ﷺ کی زبان اقدس پر کبھی بھی ''نہیں'' کا لفظ نہیں آیا۔

تشریح: حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایثار واحسان کا معمول بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایک مرتبہ چھ یا سات دینار ہمارے گھر میں بچ گئے جبکہ باقی سب کچھ راہ خدا میں خرچ کر دیا گیا تھا۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کے ایام مرض الموت کا ہے۔ آپ ﷺ ساری رات بے چین رہے کروٹیں بدل بدل کر رات گزار دی۔ صبح میں نے بے چینی کا سبب پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا: وہ دینار ابھی گھر میں ہی ہیں۔ کسی ضرورت مند کو کیوں نہیں دیئے گئے۔ ''اگر ان دیناروں کے گھر میں ہوتے ہوئے خدا کا نبی خدا سے جا ملتا تو اس کیا کیا حال ہوتا۔'' اسی تصور نے حضور ﷺ کو رات بھر پریشان رکھا اور نیند تک نہ آنے دی۔ گویا اسوہ مصطفوی ﷺ یہ تھا کہ ۶، ۷ دینار بھی گھر میں چھوڑ کر وصال الٰہی کے تصور سے پریشان تھے اور حجاب محسوس فرما رہے تھے۔ معاشرتی زندگی میں حضور نبی کریم ﷺ کا یہ وہ طرز عمل تھا جسے بطور ''نمونہ کمال'' دنیائے انسانیت کے سامنے پیش کیا گیا۔ گویا حصول نصیب العین کی جدوجہد جس کا طریقہ کار اور عملی اساس ''احسان اور انفاق'' کا عمل ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے گریبانوں میں جھانکیں اپنے شب وروز کا جائزہ لیں اور اس امر کا فیصلہ خود کریں کہ دولت وآسائش زیادہ عزیز ہے یا خدا کی رضا ومحبت۔

نعتِ رسول مقبول ﷺ

دلدار بڑے آئے محبوب بڑے دیکھے
جو دیکھے سبھی ان کے قدموں میں پڑے دیکھے

سرکار دو عالم کی تعظیم کے کیا کہنے
مرسل بھی سبھی جن کی راہوں میں کھڑے دیکھے

یاد ان کے مدینے کی جب دل میں اتر آئی
پلکوں کے کناروں پر موتی سے جڑے دیکھے

محبوب کی مدحت میں ہے تاب سخن کس کو
سب اہلِ سخن میں نے حیرت میں کھڑے دیکھے

ان جیسا ظہوری اب آئے گا نہ زمانے میں
دلدار بڑے آئے محبوب بڑے دیکھے

(محمد علی ظہوری)



خواب

فرمودات علامہ اقبالؒ

جرات ہے تو افکار کی دنیا سے گزر جا
ہیں بحرِ خودی میں ابھی پوشیدہ جزیرے
کھلتے نہیں اس قلزم خاموش کے اسرار
جب تک تو اسے ضربِ کلیمی سے نہ چیرے

(بال جبریل)



تعبیر

ارشادات قائد اعظمؒ

اگر ہم کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں مافوق الفطرت، محنت اور جدو جہد سے کام کرنا پڑے گا۔

(افواج پاکستان کے افسران سے خطاب 11 اکتوبر 1947ء)

کسی بھی تحریک میں قیادت کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ دینی و مذہبی تحریک کی قیادت کا علم اس شخصیت کے ہاتھ میں ہونا چاہئے جو دینی تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق علمی، فکری اور انتظامی صلاحیتوں کی حامل ہو۔ تحریک کی آئندہ کی قیادت کو اسی نہج پر تیار کیا جارہا ہے۔ منہاج انٹرنیشنل یونیورسٹی میں طلباء کو اسی طرز کی تعلیم و تربیت دی جارہی ہے تاکہ قیادت بھی آئندہ دور میں انفرادی ملکی اور بین الاقوامی معاملات میں غیر معمولی حکمت وبصیرت کے باعث ملت اسلامیہ کی بہتر طور پر رہنمائی کر سکے۔

تکمیل

افکارِ شیخ الاسلام مدظلہ



آفات نفس اور ان کا تدارک

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کا برطانیہ سے ٹیلی فونک خطاب

جو ماہانہ مجلس ختم الصلوۃ علی النبیؐ و روحانی اجتماع کے موقع پر کیا گیا من وعن نذر قارئین کیا جارہا ہے

مرتب: صاحبزادہ محمد حسین آزاد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى.

(سورہ النزعت. ۷۹: ۴۰، ۴۱)

محترم پیر سید خلیل الرحمٰن چشتی صاحب اور محترم پیر میاں غلام حیدر صاحب، محترم پیر مسکین فیض الرحمٰن درانی صاحب، مشائخ وعلماء کرام کارکنان تحریک اور رفقاء و اراکین، ویمن لیگ کی تمام بیٹیاں اور بہنیں اور دیگر شرکاء محفل! اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل وکرم اور احسان وانعام ہے جس کی توفیق سے آپ ماہانہ روحانی اجتماع اور مجلس ختم الصلوۃ علی النبی ﷺ میں آتے ہیں پچھلے دو ماہ میں مجاہدہ کی اقسام اور کیفیات کے علاوہ تصوف و روحانیت میں خواص اور عوام کے لئے الگ الگ مجاہدہ کے معیار پر گفتگو ہوچکی ہے۔

آج میں اسی موضوع کو آگے بڑھاتے ہوئے آفات نفس اور ان کے تدارک کے بارے میں چند کلمات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اولیاء کرام اور صوفیاء عظام، صالحین و سالکین، روحانی تربیت کے باب میں نفس کی اصلاح کو پہلی بنیادی شاخ قرار دیتے ہیں اور سچ بات یہ ہے ساری خرابیاں بھی آفات نفس سے جنم لیتی ہیں۔ اگر نفس کی اصلاح ہوجائے تو خیر کے سارے دروازے بھی یہیں سے پھوٹتے ہیں۔ مذکورہ دو آیات کریمہ سورہ النزعت سے میں نے تلاوت کی ہیں جس میں ارشاد فرمایا گیا۔

"جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور (اپنے) نفس کو (بری) خواہشات وشہوات سے باز رکھا تو بے شک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے"۔

یعنی جسے خوف الٰہی دامن گیر ہوا اور خوف الٰہی کی عظیم نعمت نصیب ہوئی وہ اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونے سے ڈرا اور قیامت کے دن ہر ایک نے حساب کتاب کے لئے اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا ہے۔ جب نامۂ اعمال کھولے جائیں گے انسان کے جسم کا ایک ایک عضو خود اس وقت گواہ بنادیا جائے گا۔ اس وقت کو تصور میں لاکر جو شخص اس زندگی میں ڈر گیا کہ میرے

اعمال میرے احوال اور میری زندگی اس لائق نہیں کہ میں اس دن اللہ کے حضور اپنا چہرہ دکھاسکوں۔ یہی فکر آخرت انسان کونفس کی آفتوں سے بچانے کا دروازہ ہے۔ جو اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈر گیا اس کے تصور کو اپنے ذہن میں لاکر خوف پیدا ہوگیا اور اس خوف الٰہی کے باعث ونھی النفس عن الھوی کے مطابق اس نے اپنے نفس کوخواہشوں سے روک لیا تو فرمایا اس کا ٹھکانہ اللہ کے حضور اعلیٰ جنت میں ہوگا۔

ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خوف آخرت کو اور ھوائے نفس سے پرہیز کو آخرت کی کامیابی کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں۔ جسے حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے بھی روایت کیا کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔جن چیزوں کا میں خوف رکھتا ہوں کہ میری امت ان برے اعمال یا ان برے احوال میں مبتلا ہوجائے گی۔ ان چیزوں میں سب سے زیادہ خوفناک چیز نفس کا اتباعِ ھوا میں مبتلا ہونا ہے۔ دوسری چیز لمبی اور دراز امیدوں میں مبتلا ہوجائے گی آقا علیہ السلام نے فرمایا ان دو چیزوں کا مجھ کو سب سے بڑھ کر خوف ہے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جو خواہش نفس کی پیروی کرنے کا فتنہ ہے جس میں میری امت مبتلا ہوگی یہ خواہش حق کی پیروی کرنے والوں کو نیکی سے محروم کردیتی ہیں اور ان پر حق کا راستہ بند کردیا جاتا ہے کیونکہ جو شخص اپنی خواہش نفس کی پیروی میں مبتلا ہوجائے اس پر حق کی طرف جانے اور حق کو دیکھنے اور حق کا اقرارکرنے اور حق کا اعتراف کرنے اور حق کی معرفت حاصل کرنے کا دروازہ بند کردیا جاتا ہے۔

بعض لوگ حق بات کا اقرارکرتے ہیں مگر سمجھنے کے باوجود حق کا ساتھ نہیں دیتے اس کا سبب حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ اتباع نفس ہے یعنی وہ خواہش نفس میں گرفتار ہوچکے ہیں نفس کی خواہشوں کے پیروکار بن چکے ہیں وہ نفس کے قیدی ہوگئے ہیں نفس کے غلام بن گئے ہیں۔ اب چونکہ وہ نفس کے قیدی اور غلام ہوچکے ہیں اس لئے عقل اور دل اگرکسی بات کے حق ہونے کو سمجھ بھی رہا ہوتو نفس انہیں حق کی طرف جانے سے روکتا ہے جس کی وجہ سے حق کی توفیق ہوائے نفس کے سبب سے سلب کرلی جاتی ہے اور فرمایا دوسری چیز جس کا میں خوف رکھتا ہوں امت سے دراز امیدوں کا ہونا ہے جو دنیا پرستی اورنفس پرستی ہے۔ دنیا کی دراز امیدیں آخرت کو بھلادیتی ہیں، آخرت بھول گئی تو فکر آخرت نہ رہا اور جب آخرت کا فکر اور خوف نہ رہا تو وہ نفس کا پجاری بن گیا کیونکہ جب آخرت کا خوف نہ رہا تو نفس نے اس بندے کو اپنا قیدی بنالیا۔ جس سے حق کو سمجھنے اور حق پر چلنے کا دروازہ ہی بند ہوگیا۔ لہذا ہماری تباہی اور ہلاکت کا سبب نفس کی آفتیں ہیں اور خواہشات

نفس کی پیروی سب سے بڑی نفس کی آفت ہے۔ رسالہ قشیریہ میں امام ابوالقاسم قشیریؒ جو حضور داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے اساتذہ اور مشائخ میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کسی نے ان سے پوچھا کہ اسلام میں سب سے بڑا عمل کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا ''مخالفت کی تلوار سے نفس کو ذبح کرنا''۔ یہ علاج ہے نفس کے آفات سے بچنے کا کہ نفس جس چیز کی خواہش کرتا ہے اس کی مخالفت پر اپنی کمر ہمت باندھ لے۔ اولیاء کرامؒ کے نزدیک یہ عمل اسلام کا سب سے بڑا عمل اور رأس العبادہ ہے۔

حضور غوث الاعظم غوث الثقلین سیدی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ غنیۃ الطالبین میں رقمطراز ہیں ''اگر تم نفس کی آفات کو جاننا چاہتے ہو اور اس کی علامت معلوم کرنا چاہتے ہو تو اس کی بڑی سادہ سی علامت یہ ہے کہ جب اپنی تعریف اور مدح سرائی دوسروں کی زبان سے سن کر نفس کو لذت اور خوشی ملے تو سمجھ لیں کہ انسان نفس کی آفت میں مبتلا ہے۔ یہ تشخیص کی بات ہے اور جب تک بندے کو مرض کی تشخیص نہ ہو اور مرض کا پتہ نہ چلے تو علاج کبھی نہیں ہوتا۔ وظائف پڑھنے سے نفس کی آفتوں کا علاج نہیں ہوتا، ورد اور وظیفہ، برکات و ثمرات کھولنے کا کام دیتا ہے۔ یہ معاونت کا کام کرتا ہے جیسے کھانے کے ساتھ سلاد اور پانی وغیرہ رکھتے ہیں مگر یہ اصل کھانا نہیں ہوتا اسی طرح وظائف و تسبیحات اور اوراد وغیرہ نفس کی آفتوں سے بچنے کے سلسلے میں مددگار ضرور ہوتے ہیں مگر اصل علاج نہیں، اصل علاج مجاہدہ نفس ہے۔ یہ ایک بڑی باریک بات ہے جب انسان عبادت کرتا ہے تو دل میں کبھی یہ خیال داخل ہوتا ہے کہ لوگ میری عبادت گزاری دیکھ رہے ہیں میری تسبیح کو دیکھ رہے ہیں۔ اللہ اللہ کرنا دیکھ رہے ہیں، میرا تقویٰ، میری پرہیزگاری اور نیکوکاری لوگوں کی نظر میں ہے یہ جو تھوڑا سا خیال شعور میں یا تحت الشعور میں یا سوچ کے ایک گوشے میں ہوتا ہے اور عبادت کے لئے ذوق و ہمت بڑھاتا ہے۔ یہاں آ کے دو چیزیں آپس میں خلط ملط ہوجاتی ہیں جن کا عام آدمی فرق نہیں کرسکتا جب تک مرشد کی تعلیم و تلقین اور تربیت نہ ہو کیونکہ ایک طرف اس کا اخلاص ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے اللہ کی عبادت کا شوق اور ذوق ہے اور عبادت گزاری کی کیفیت ہے اور ساتھ ہی ساتھ دوسری طرف اخلاص کے دائرے میں ایک خیال گردش کر رہا ہوتا ہے اور وہ خیال یہ ہوتا ہے کہ میری عبادت گزاری پرہیزگاری یا تقویٰ یا تسبیح جو بھی کر رہا ہوں اس کی لوگوں کو خبر ہے جس کی وجہ سے لوگ اچھا جانیں گے اور لوگوں میں عزت ہوگی۔ اس مقام پر آ کر اس کا اخلاص اور اس کی عبادت میں ریا دونوں خلط ملط ہوجاتے ہیں۔

یہاں حضرت مولا علی شیر خدؓ کی مثال سامنے

رکھیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے مولا علی شیر خداؓ جہاد میں شریک تھے ایک کافر مد مقابل کھڑا تھا وہ آپ کی گرفت میں آ گیا آپ نے اس کو گرا لیا۔ آپ تلوار سے اس کا سر کاٹنے کے لئے تیار ہی تھے کہ کافر کو یہ سوجھی کہ وہ بچ تو سکتا نہیں اور اگلے لمحے اس کی موت ہے کیوں نہ میں اپنا خبث باطن اور جو دل میں ابال ہے وہ نکال لوں اس نے آپ کے چہرے پر تھوک دیا آپ نے اسی لمحے اس کو چھوڑ دیا اور نیچے اتر آئے۔ یہاں دو باتیں بڑی باریکی کے ساتھ مل جاتی ہیں مگر ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ اس کافر نے کہا کہ میں نے آپ کے چہرے پر تھوکا جس کی وجہ سے آپ کو مجھے جلد قتل کر دینا چاہئے تھا مگر آپ نے مجھے چھوڑ دیا۔ ایسا کیوں کیا؟ سیدنا مولا علی شیر خداؓ نے فرمایا میں تمہیں خالصۃً لوجہ اللہ (یعنی صرف اللہ کے لئے) قتل کر رہا تھا اس میں کوئی ملاوٹ نہ تھی بلکہ صرف اخلاص تھا اور جب تو نے میرے چہرے پر تھوکا اس سے میرے نفس میں غصہ آ گیا جس سے نفس کے اندر انتقام کی آگ جل اٹھی۔ نفس نے کہا کہ اس بے ایمان سے انتقام لو اور اس کو مزہ چکھاؤ کہ کیسے تھوکتے ہیں اب اس مقام پر آ کر میرے اخلاص میں اور میرے نفس کی جو انتقام کی ہوس اور خواہش تھی ان میں اختلاط ہو گیا دونوں خلط ملط ہو گئے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا نعوذ باللہ کہ اس لمحے حضرت علی شیر خداؓ کے اندر اخلاص ختم ہو گیا تھا نہیں ان جیسا اخلاص دنیا میں کس کا ہو سکتا ہے؟ وہ تو پاک باز لوگ تھے اخلاص برقرار تھا۔ ہوا یہ کہ اس کے ساتھ ہوائے نفس کی آگ بھڑک اٹھی۔ انتقام اور اخلاص دونوں آپس میں مل گئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اب اس وقت اگر میں تمہیں مار دیتا تو للھیت اور خلوصیت جس کے ساتھ نفس کے انتقام کی خواہش مل گئی تھی۔ میں اللہ کے حضور اپنے عمل کو گدلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لہذا میں نے نفس کا علاج کیا اور جب نفس نے چاہا انتقام لو فوراً میں نے تلوار ہٹا لی کیونکہ نفس کی خواہش مجھے اخلاص اور للھیت سے محروم کرنا چاہتی تھی جس کا میں نے فوری محاسبہ کیا۔ اس میں اہم نکتہ یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ خالی ریا کے لئے عمل ہو کیونکہ خالی ریا کے لئے عمل ہو تو بندے کو آسانی سے سمجھ میں آ جاتا ہے۔

ہر شخص کو معلوم ہوتا ہے خواہ وہ ظاہر کرے یا نہ کرے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں اخلاص کے ساتھ اللہ کے لئے کر رہا ہوں یا نفس کے لئے کر رہا ہوں میں اس خالص ریا کی بات نہیں کر رہا بلکہ یہ ریا آفات نفس میں ہے جو اخلاص کے ساتھ مل جائے جیسے اصل میں نقل مل جائے جسے صرف گہری عقل و فہم رکھنے والا پہچان سکتا ہے مگر عام آدمی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ لہذا اس آفت نفس کی وجہ سے بہت سے لوگ مار کھا گئے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کا واقعہ

حضرت بایزید بسطامیؒ ہر روز جس راستے سے گزرتے بادشاہ کا دربار اُس راستے میں آتا تھا۔

بادشاہ دیکھ کر ادباً کھڑا ہوجاتا ایک دن حسب معمول آپ گزرے بادشاہ اور وزراء کھڑے ہوئے تو آپ نے بادشاہ کی طرف منہ کر کے تھوک دیا۔ بادشاہ بیٹھ گیا، آپ گزر گئے بادشاہ اور وزراء نے برامحسوس کیا۔ مریدین نے پوچھا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا بادشاہ روزانہ کھڑا ہوتا تھا مگر اس کے کھڑے ہونے سے مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا میرا نفس مستغنی اور بے نیاز رہتا تھا آج جب بادشاہ کھڑا ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے نفس میں تھوڑی سی حرکت ہوئی ہے نفس تھوڑا سا پھولا اور تھوڑے لمحے کے لئے یہ خیال آیا کہ بایزید دیکھو اللہ نے تمہارا کتنا درجہ بڑھادیا ہے کہ شاہانِ وقت اور وزرائے سلطنت بھی تمہارے اکرام میں کھڑے ہوجاتے ہیں۔ بس یہ نفس میں خیال آنا تھا تو میں نے ان کی طرف تھوک دیا تاکہ وہ مجھے برا بھلا کہیں اور میرے نفس کا علاج ہوجائے۔ جب بادشاہ مجھے برا بھلا کہہ کر بیٹھ گیا تو میں نے نفس سے کہا اے بایزید تو نے اپنے نفس کا حال اور مقام دیکھ لیا کہ اگلے ہی لمحے تمہیں گالیاں دے رہا ہے تو اسی قابل ہے اس طرح میں نے اپنے نفس کا علاج کیا۔ تھوکا اسی کی طرف مگر تھوکا اس کی خاطر نہیں بلکہ اپنے نفس کی خاطر تھوکا۔

معلوم ہوا کہ سلطان العارفین جیسے بلند مقام پر فائز لوگ بھی اپنے مراقبہ نفس اور نفس کی نگرانی سے کبھی بھی غافل نہیں ہوئے اور بڑے سے بڑا مقام رکھنے والا شخص بھی اپنے نفس کی نگرانی، نفس کی آفات، نفس کی خواہشات اور نفس کے حال سے غافل ہوجائے تو وہ تباہ ہوجاتا ہے۔ آفات نفس میں اگلا نکتہ یہ ہے کہ ایک طرف اخلاص ہے ایک طرف خواہش ہے اور لذت نفس ہے جب یہ دو چیزیں مل جاتی ہیں اور انسان اپنے نفس میں جھانک لے تو لامحالہ اس کا دھیان اخلاص کیطرف ہی جاتا ہے اس کو اپنے اندر اخلاص ہی نظر آتا ہے کہ میری طبیعت میں عبادت کرنے کا ذوق وشوق ہے اور مطمئن ہوجاتا ہے اس کو یہ سمجھ ہی نہیں آتی کہ یہ اخلاص، نفس کی شیطنت اور ریا کاری ہے جب وہ نفس کی نگرانی کرنا چاہتا ہے تو نفس اسے اخلاص کا گوشہ دکھادیتا ہے کہ تُو یہ عمل اللہ کے لئے کررہا ہے۔ اس طرح نفس اس کی ریا کاریوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔

اسی طرح نفس کبھی عبادت پر راغب ہوتا ہے مگر ساتھ ہی ریا پیدا کردیتا ہے۔ ایک طرف ذوق عبادت کا غلبہ ایک طرف ریا اور نفاق کا غلبہ دونوں کی آپس میں ملاوٹ ہوجاتی ہے۔ حضور غوث پاکؓ نے یہاں بڑی لطیف بات فرمائی۔ آپؓ فرماتے ہیں اس کی علامت یہ ہے کہ اگر بندہ کو یقین ہو کہ لوگوں کو میری عبادت کی خبر نہیں ہے اور یہ تصور اگر اس کے اندر عبادت میں کمی پیدا کردے غفلت پیدا کردے سستی اور کاہلی پیدا کردے تو فرمایا یہ علامت ہے اس

بات کی کہ اس کے اخلاص پر ریا کا غلبہ ہے۔ جیسے وہ گھر سے نکلا، وضو کرانے کے لئے کسی عقیدت مند کو بلایا۔ لوٹے میں پانی منگوایا، مصلی بچھوایا، اس سے ایک دو کام کرنے والوں کو خبر ہوگئی کہ وضو کررہے ہیں تہجد کے نفل پڑھ رہے ہیں اور اگر کوئی ایک شخص بھی نہ ہو لوٹا بھی خود بھرے وضو بھی خود کرے مصلّٰی بھی خود بچھائے اس صورت میں کسی کو نہ اٹھنے کی خبر ہے اور نہ سونے کی خبر ہے۔ ایسے ماحول میں یہ یقین ہو کہ کسی کو خبر نہیں اس کے باوجود بھی طبیعت عبادت کے لئے مستعد رہے دل میں لذت رہے عبادت میں ذوق رہے سجدے میں حلاوت ملے۔ اس کا مطلب ہے اب اس کی عبادت اللہ کی ذات کے لئے خالص ہوگئی۔ یعنی اگر تعلق مخلوق سے کٹ کر صرف اللہ کے ساتھ قائم ہوجائے تو خدا کا شکر ادا کرے کہ اخلاص ہے اور اگر لوگوں کی بے خبری کے سبب سے عبادت میں کمی اور کوتاہی آجائے تو پھر مجاہدہ کرے کہ نفس میں ضرور ریا کاری ہے اس جگہ اولیاء اللہ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص آپ کو اپنے کسی عمل سے ناراض نہ کرے بلکہ آپ کی تعریف کرے کہ آپ جیسا کون ہوگا؟ اس پر بندہ بہت خوش ہوکر عبادت کرے صدقہ وخیرات کرے ایثار وقربانی کرے۔ اپنی تعریف سن کر اس کا اخلاق مزید بڑھے تو یہ علامت ہے کہ بندہ نفس کے جال میں پھنس گیا۔ اولیاء اللہؒ فرماتے ہیں۔ اس کیفیت میں یہ پرکھ نہیں ہوسکتی کہ بندہ صاحب اخلاص ہے یا صاحب ریا ہے پھر اولیاء اللہ سے پوچھا گیا کہ پرکھ کس حال میں اور کب ہوتی ہے؟ سارے اکابر اولیاء وصلحاء اور سب اللہ والے اس بات پر متفق ہیں کہ جب پرکھ کرنی ہو کہ اخلاص ہے یا نہیں تو اس کی غیبت کرو، چغلی کرو، اس کی برائی کرو، اسے برا بھلا کہو یا اس کی تعریف چھوڑ دو یا اس کے لئے جب وہ محفل میں آئے تو کھڑا ہونا چھوڑ دو اس کی تعظیم نہ کرو، اسے اپنے کسی عمل سے ناراض کرو یا کسی عمل سے غضبناک کرو۔ اب اس ناراضگی کی حالت میں اب اس کو دیکھیں کہ اب وہ بغاوت پر اترا ہے یا نہیں اب اس کا اخلاق برقرار ہے یا نہیں اب بھی اس کی بھلائی اسی پیمانے پر ہے یا کم ہوگئی ہے اگر پہلے کی طرح ہی رہے تب تو صاحب اخلاق ہے اگر اس کی بھلائی اور نیکی ناراضگی کی حالت میں کم ہوجائے تو سمجھ لیں کہ اس پر ریا کا غلبہ ہے۔

ان مثالوں سے یہ بات سمجھ آئی کہ نفس کی ان آفات سے بچنا چاہئے۔ اولیاء کرامؒ فرماتے ہیں کہ اگر انسان غلبہ نفس اور آفات نفس سے نجات پاجائے تو یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اے بندے اللہ اور تیرے درمیان سب سے بڑا حجاب تیرا نفس ہے کیونکہ یہ حجاب اللہ کی بارگاہ کی رسائی سے روکتا ہے۔ اللہ کی بندگی میں اخلاص پیدا نہیں ہونے

دیتا اللہ کے حضور قرب حاصل نہیں کرنے دیتا۔ یہی حجاب اکبر ہے۔ ایسے اولیاء اللہ بھی ہوئے ہیں۔حضرت امام ابوالقاسم قشیریؒ بیان کرتے ہیں کہ کسی کو ہوا میں اڑتے دیکھا گیا تو اس سے اہل اللہ نے پوچھا اس مرتبے اور کرامت پر کس عمل نے تجھے پہنچایا کہ ہوا کو مسخر کرلیا؟ اس نے جواب دیا تــرکـت الهـوآء وسخرهي الهواء میں نے ھواء چھوڑ دی ھوا پر قابض ہوگیا۔ پہلی ھوا سے مراد ھوائے نفس ہے یعنی خواہش نفس کی پیروی چھوڑ دی اور اس عمل کی وجہ سے اللہ نے ھوا یعنی خلا اور فضا پر میرا تخت قائم کردیا۔

گویا اگر بندہ نفس کے غلبے اور تسلط سے نکل جائے تو فضا پر اس کی سلطنت قائم ہوجاتی ہے۔ ایک اللہ کے بندے نے اپنے شیخ سے عرض کیا حضور میں حج پر جانا چاہتا ہوں مگر اس طرح کا سفر کرنا چاہتا ہوں کہ میں مجرد ہوکر جاؤں کہ دنیا کی معاش، دنیا کی دولت اور دنیا کی کوئی چیز میرے ساتھ ملوث نہ ہو۔ فرمایا اگر تو ترک دنیا کے حال کے ساتھ حج پر جانا چاہتا ہے تو پھر جسم کو تارک دنیا بعد میں کر پہلے دل کو تارک دنیا کرلے۔ میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کے احوال پڑھ رہا تھا انہوں نے بیان فرمایا کہ ایک شخص مجھے ملا جس کی زندگی کے چالیس سال گوشہ نشینی اور خلوت میں گذر گئے تھے۔ میری اس سے ملاقات ہوئی وہ سوائے عبادت کے دنیا کے کسی کام میں مشغول نہ تھا۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں میں نے اس شخص کو بتایا کہ میں مصر جارہا ہوں وہ کہنے لگے کہ مصر میں میرے شیخ رہتے ہیں جنھوں نے اپنی توجہ اور اپنے فیض سے اس مقام پر پہنچایا ہے وہ فلاں جگہ رہتے ہیں جاکر میرا سلام عرض کرنا اور میری طرف سے سوال کرنا کہ حضور چالیس سال میں نے ترک دنیا کی ہے مزید دنیا کو چھوڑنے کے لئے کیا کروں؟ شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں جب میں اس شہر میں ان کے شیخ کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ بڑے عظیم الشان محل میں رہتے ہیں۔ ان کے پاس بڑی اعلیٰ سواریاں، گھوڑے، زرق برق لباس اور خدام ہیں۔ دیکھ کر حیران ہوا کہ اس کے شیخ کے پاس سب کچھ ہے مگر وہ چالیس سال سے فقر کی زندگی گزار رہا ہے۔ اس تعجب میں ان کے شیخ سے وہی سوال کیا کہ چالیس سال کی ترک دنیا کے بعد اس نے پوچھا ہے کہ اب کیا کروں؟ شیخ نے کہا کہ اس کو جاکر کہنا کہ بیٹے تم چالیس سال میں ابھی خود دنیا سے نکلے ہو دنیا تمہارے اندر سے نہیں نکلی دنیا کو دل سے نکال دو خود جی بھر کے دنیا میں رہو۔ اگلا سفر اس پر محنت کرنے کا ہے۔ شیخ اکبرؒ سمجھ گئے فرماتے ہیں اس دن میری سمجھ میں آیا کہ ترک دنیا کیا ہے؟ فرمایا ایک ہے جسم سے تارک دنیا ہوجانا پھٹے پرانے کپڑے پہن لینا پرانے جوتے پہن لینا، روکھی سوکھی روٹی کھالینا، محنت کرنا، مشقت کرنا فرمایا یہ ترک دنیا حقیقت میں نہیں ہے۔

حقیقی ترک دنیا یہ ہے کہ جسم بے شک دنیا میں رہے اور دنیا میں اللہ کی ساری نعمتوں سے لطف اندوز ہو مگر دل، باطن اور من سے دنیا نکل جائے۔ لہذا جب وہ دوبارہ وہاں سے گزرے تو اسے شیخ کا حکم سنایا۔

معلوم ہوا ترک دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ کو بھولنے کی حالت سے نکل جاؤ پھر نفس کو لھو ولعب سے پاک کرو، زبان کو لغو گوئی سے پاک کرو اگر ان تین چیزوں کو ترک کردو تو تم تارک دنیا کہلانے کے حقدار ہو۔ اگر تمہارے دل میں اللہ کو بھول جانا رہے، تمہارے اندر لھو و لعب رہے اور تمہاری زبان پر لغو رہے تو فرمایا پھر نہ ہاتھ میں تسبیحات پکڑنے سے کچھ ہوگا اور نہ لنگوٹہ کس لینے سے جب تک دل جھوٹ غیبت اور چغلی سے کلیۃً پاک نہ ہو تارک دنیا ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔

ان تین چیزوں کا ترک کردینا حقیقت میں ترک دنیا ہے۔ تم دنیا کو سواری بنالو اور جس طرح چاہو سفر کرو پھر دنیا تمہیں نقصان نہیں دے سکتی پھر دنیا تمہارے قدموں کے نیچے ہے تم اس کے اوپر ہو اور اگر دل سے دنیا نہ نکلے تو پھر دنیا تم پر سوار ہے لہذا تم ایسے ہوجاؤ کہ دنیا تمہارے تابع ہوجائے اگر یہ کیفیت اللہ پاک نصیب کردے تو گویا نفس کی آفات سے دل محفوظ ہوگیا اور نفس کی آفت سے پاک ایک ایسا چراغ ہے جو باطن کو نور دیتا ہے یہ باطن کے نور کا چراغ اخلاص ہے جو اللہ کی توفیق کے بغیر نصیب نہیں ہوتا۔ لہذا باطن کے اس نور یعنی اخلاص کے چراغ کو جلانے کے لئے ہمیشہ اللہ کی بارگاہ میں تواضع و انکساری اور توفیق طلب کرتے رہنا چاہیئے کوئی خیر کا عمل اپنی طرف منسوب نہ کریں ہر وقت عاجز بندے بن کر رہیں اور کسی شخص کو اپنے سے کم تر نہ سمجھیں نہ زبان میں کم تر دیکھیں نہ نگاہ میں کم تر دیکھیں نہ زبان سے کم تر کہیں اور نہ عمل سے کم تر جانیں اپنے آپ کو ہی کم تر جانیں اپنے آپ کو ہی عیب دار جانیں اپنے آپ کو ہی گنہگار جانیں اپنے نفس کے کسی عمل اور عبادت کو ثواب کا حقدار نہ سمجھیں۔ عبادتوں کے سمندر بھی سمیٹ لئے ہوں تب بھی یہ سوچ رکھیں کہ اگر اس نے عدل کردیا تو سارا عمل ضائع ہوجائے گا اور اگر اس نے فضل اور احسان کردیا تو بخشش مل جائے گی۔

اللہ پاک آپ سب کو ہمت دے اور اپنی توفیق سے نوازے اور نور باطن دے اور اخلاص کا چراغ آپ کے من میں روشن کرے اللہ پاک آپ سب کو آفات نفس سے بچائے۔ ریا اور نفاق سے بچائے اپنی جناب سے خالص اخلاص اور للھیت عطا کرے۔ عاجزی و انکساری عطا کرے اور حضور نبی اکرمؐ کا سایہ عطا کرے۔ دنیا اور آخرت کی ساری نعمتیں اور برکتیں عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆

شعبان المعظم اور شب برات کی فضیلت

از افادات: شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ

مرتب: محمد الیاس اعظمی

ماہ شعبان المعظم اسلامی سال کا ساتواں مہینہ ہے جو دو مبارک مہینوں رجب اور رمضان کے درمیان میں آتا ہے۔ اس وجہ سے اس ماہ مبارک کو ایک خاص فضیلت حاصل ہے۔

شعبان کی وجہ تسمیہ

حدیث مبارکہ میں آتا ہے حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ شعبان کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ اس میں روزہ دار کے واسطے بہت سی خیر و برکت ہے یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

شعبان المعظم کی فضیلت

احادیث مبارکہ میں اس مبارک و سعید مہینہ کی بہت سی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ امام بیہقیؒ شعب الایمان میں حضرت اسامہؓ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ماہ شعبان رجب اور رمضان کے درمیان میں ہے۔ لوگ اس (کی فضیلت) سے غافل رہتے ہیں۔ اس مہینہ میں لوگوں کے اعمال اللہ کے حضور پیش کئے جاتے ہیں اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جب میرا عمل پیش ہو تو میں روزے سے ہوں''۔

مسند فردوس دیلمی میں حضرت سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے''۔

حضرت عطا بن یسارؒ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ شعبان سے زیادہ کسی اور مہینہ میں روزے نہیں رکھا کرتے تھے، اس لئے کہ اس مہینہ میں آئندہ سال میں مرنے والوں کی موت لکھ دی جاتی ہے۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ ایک اور روایت میں فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سارے شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے یہاں تک کہ اس کو رمضان سے ملا دیا کرتے تھے اور سوائے شعبان کے کسی مہینے کے پورے روزے نہیں رکھتے تھے۔ میں نے عرض کیا ''یارسول اللہ! (ﷺ) آپ کو شعبان کا مہینہ سب مہینوں سے زیادہ محبوب ہے'' تو فرمایا عائشہؓ پورے سال

میں کوئی جان مرنے والی نہیں ہوتی مگر اس کی اجل شعبان میں لکھ دی جاتی ہے۔ اس لئے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میری اجل اس حال میں لکھی جائے کہ میں اپنے رب کی عبادت اور صالح عمل میں مشغول ہوں۔

شعبان میں روزہ رکھنے کی فضیلت

کتب حدیث میں اس ماہ مبارک کی پندرھویں شب کی فضیلت کے علاوہ بھی بہت سی فضیلت آئی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ رمضان المبارک کے علاوہ جس کثرت کے ساتھ اس مہینہ میں روزے رکھا کرتے تھے اور کسی مہینہ میں نہیں رکھتے تھے چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے (رمضان کے علاوہ) شعبان سے زیادہ (کسی اور مہینے میں) روزے رکھے ہوں۔

حضرت ابوسلمہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدہ عائشہؓ سے آپ کے روزوں کے حال اور کیفیت سے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔

''روزے رکھنے کے لئے نبی اکرم ﷺ کا محبوب ترین (پسندیدہ) مہینہ شعبان کا تھا کہ روزے رکھتے تھے اسے رمضان کے ساتھ ملا دیتے تھے''۔

حضرت ابوہریرہؓ سے صحیحین میں ایک حدیث پاک اس طرح مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ شعبان کے علاوہ کسی مہینہ میں زیادہ روزے نہیں رکھا کرتے تھے بلکہ پورے شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اتنا عمل کیا کرو جتنی تم طاقت رکھتے ہو بے شک اللہ نہیں تھکتا یہاں تک کہ تم تھک جاتے ہو۔

حضرت عائشہؓ سے ایک مرتبہ کسی عورت نے کہا کہ میں رجب کے روزے رکھا کرتی ہوں تو اس پر ام المومنین عائشہ صدیقہؓ نے اسے فرمایا:

''اگر تو روزے رکھنا ہی چاہتی ہے تو پھر شعبان کے روزے اپنے اوپر لازم کرلے کیونکہ اس میں فضیلت ہے''۔

شعبان کی پندرھویں شب کی فضیلت

شعبان المعظم اگرچہ پورے کا پورا مہینہ ہی رحمتوں اور سعادتوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے لیکن بالخصوص اس کی پندرھویں شب کو جو فضیلت حاصل ہے وہ دیگر ایام کو حاصل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد یفرق کل امر حکیم (ان میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کردیا جاتا ہے) کی تفسیر کے بارے میں حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے:

''شعبان کی پندرھویں شب میں سارے سال کا حال لکھ دیا جاتا ہے، زندگی لکھ دی جاتی ہے اور اس سال میں حج کی سعادت حاصل کرنے والوں کے نام لکھ دیئے جاتے ہیں پھر سال بھر نہ ان میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی کمی کی جاتی ہے''۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں شب کو آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے اور (اس رات) مشرک، کینہ پرور کے سوا ہر گناہگار کو بخش دیا جاتا ہے''۔ (رواہ البیہقی)

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرھویں شب آئے تو اس رات میں (کثرت سے) عبادت کیا کرو اور اس دن روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس روز آفتاب کے غروب ہوتے ہی آسمان دنیا پر جلوہ افروز ہوکر فرماتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا کہ اس کو بخش دوں، کوئی رزق کا طالب ہے کہ اس کو رزق دوں، کوئی مصیبت زدہ ہے کہ اس کو عافیت دوں، یہاں تک کہ صبح ہوجاتی ہے۔ (ابن ماجہ)

نوفل بکالیؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ شعبان کی پندرھویں شب کو باہر تشریف لائے آسمان دنیا کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک شب ایسی ساعت میں (اپنے دولت خانہ سے) باہر تشریف لائے اور آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ ایسی ساعت ہے کہ اس میں کسی نے اللہ تعالیٰ سے کوئی ایسی دعا نہیں مانگی جو قبول نہ ہوئی ہو، کسی نے مغفرت طلب کی ہو اور اس کو بخش نہ دیا گیا ہو، مگر اس رات میں جادوگر، کاہن، جلاّد اور منجم کی بخشش نہ ہوگی۔

حضرت ارشد بن سعیدؓ سے مرسلاً روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چار راتوں میں خیروبرکت کے دروازے کھول دیتا ہے بقرعید اور عیدالفطر کی شب کو اور شعبان کی پندرھویں شب کو کہ اس میں اجلیں (موتیں) اور رزق لکھا جاتا ہے اور اس میں (اس سال حج کرنے والے) حاجی لکھے جاتے ہیں اور عرفہ ذی الحجہ کی نویں شب کو اذان کے وقت تک کھولے رکھتا ہے۔ میرے پاس جبرائیل آیا اور کہا یہ شعبان کی پندرھویں شب ہے اس میں اللہ تعالیٰ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی مقدار کے برابر گناہگار بندوں کو دوزخ سے آزاد کردیتا ہے۔ (بیہقی) اس رات میں جن بدبختوں کی بخشش نہیں کی جاتی ان میں مشرک، کینہ پرور، شراب خور، زناکار، قطع رحم کرنے والا (رشتہ داریوں کو توڑنے والا) باجے بجانے والا شامل ہیں کہ جب تک یہ صدق دل کے ساتھ توبہ نہ کریں ان کی بخشش نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے احوال پر کرم فرمائے اور ہمارے گناہوں پر قلم عفو پھیردے۔

اہل قبور کے لئے دعا مغفرت کرنا

اس مبارک رات میں فوت شدگان کی مغفرت کے لئے دعا کی غرض سے قبرستان جانا بھی نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔ حضرت سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک رات میں نے نبی اکرم ﷺ کو بستر مبارک پر نہ پایا تو میں آپ کی تلاش میں نکلی۔ جب میں نے دیکھا کہ آپ بقیع میں آسمان کی طرف سر اٹھائے ہوئے ہیں۔ آپ نے

فرمایا کہ اے عائشہؓ! کیا تو نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ تیرے ساتھ زیادتی کرے گا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! (ﷺ) مجھے تو کوئی ڈر نہیں تھا میرا گمان تھا کہ آپ کسی اور بی بی کے پاس تشریف لے گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں شب آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا اور بنوکلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے۔ (جامع ترمذی، ابن ماجہ)

خصوصی دعا

اس بابرکت رات میں انسان اللہ تعالیٰ سے جو بھی دعا مانگتا ہے وہ پوری کی جاتی ہے اس لئے نبی اکرم ﷺ اس شب میں خصوصیت کے ساتھ یہ دعا کیا کرتے تھے۔

اللھم انک عفو کریم تحب العفو فاعف عنی اللھم انی اسئلک العفو و العافیۃ المعافاۃ الدائمۃ فی الدنیا و الاخرۃ.

الٰہی بے شک تو درگزر کرنے والا، کرم کرنے والا ہے تو عفو کو پسند کرتا ہے سو مجھ کو معاف کردے، الٰہی تجھ سے چشم پوشی، عافیت اور دنیا و آخرت میں ہمیشہ کی معافی مانگتا ہوں۔

ملت اسلامیہ کیلئے لمحہ فکریہ

پندرھویں شب کی اس فضیلت و اہمیت سے آگاہ ہونے کے بعد بھی یہ کس قدر بدقسمتی کی بات ہے کہ ہم اس مقدس رات کو بھی ہندوانہ اور فضول رسومات کی نذر کردیتے ہیں اور ساری رات کھیل کود اور آتش بازی میں گزارنے کو ہی اس دن کا اصل مقصد سمجھ لیتے ہیں۔ من حیث القوم آج جس ذلت و رسوائی سے ہم زندگی بسر کررہے ہیں اس سے نکلنے کی فقط ایک ہی سبیل ہے وہ یہ ہے کہ ہم سب لوگ اجتماعی طور پر رب غفور و رحیم کی بارگاہ عالیہ میں ندامت کے آنسو بہائیں اور توبہ کریں بصورت دیگر اس سے کہیں بدتر ہمارا حال ہوگا اور کوئی پرسان حال بھی نہ ہوگا اور یہ بات مسلمہ ہے کہ قبولیت توبہ کے لئے شعبان کی پندرھویں رات بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

کالج پڑھو شوق سے اور پارک میں پھولو
پرواز فضاؤں میں کرو عرش پر جھولو
اک بات مگر بندۂ عاجز کی رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو
(اکبرالہ آبادی)۔

اعتذار

قارئین مجلہ دختران اسلام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ تحریک کی سلور جوبلی تقریبات اور موسم گرما کی چھٹیوں میں ویمن لیگ کے تربیتی پروگراموں کی وجہ سے ماہ اگست 2006ء کا شمارہ شائع نہیں ہوسکا جبکہ ستمبر کا دو ماہ پر مشتمل خصوصی شمارہ ارسال کیا جارہا ہے۔

(ادارہ دختران اسلام)

توبہ کی اہمیت اور ضرورت

صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن

دین اسلام میں توبہ کو انتہائی اہم مقام حاصل ہے۔ ہر مسلمان کو اس کی ہر وقت اور ہر لحظہ ضرورت ہوتی ہے۔ انسان غلطی اور خطا کا پتلا ہے' زندگی میں قدم قدم پر لغزشیں ہوتی ہیں' انسان کی انفرادی' قومی اور بین الاقوامی زندگی میں اس سے دانستہ یا نادانستہ طور پر گناہ' تقاصیر اور خطائیں سرزد ہوتی ہیں۔ دل' زبان' آنکھ' کان' ہاتھ' پاؤں اور نفس مختلف قسم کے گناہ کرتے ہیں' حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں انسان غفلت کا شکار ہوتا ہے اور غفلت کی بیماری انسان کی جسمانی بیماریوں سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ جسمانی امراض نظر آتے ہیں جبکہ غفلت کا اندرونی مرض نظر نہیں آتا ہے۔ ظاہری بیماریوں کا انجام بھی انسان دیکھ لیتا ہے لیکن غفلت کا باطنی مرض نظر نہیں آتا ہے' ظاہری بیماریوں کے علاج کے لئے ہسپتال' ڈسپنسریاں' ڈاکٹر اور دوائیاں موجود ہوتی ہیں' لیکن بدقسمتی سے فساد قلب' غفلت اور باطنی امراض کے علاج کرنے والے ڈاکٹر اور ہسپتال عنقاء ہیں' روحانی طبیب اور معالج مفقود ہوگئے ہیں' موروثی پیروں' خود ساختہ فقیروں اور جعلی صوفیاء نے خانقاہوں اور درگاہوں کو پیسہ کمانے کے کارخانوں میں بدل ڈالا ہے' درگاہیں اور دارالعلوم جہاں علماء شریعت اور مفتیان شرع لوگوں کے دینی مسائل اور مشکلات، جو کہ اکثر اختلال قلب وذہن کا باعث بنتے ہیں کا علاج تجویز کرتے تھے' ان میں سے اکثر خود اخلاقی اور باطنی بیماریوں کا شکار ہو گئے ہیں' پیسہ کمانے کے چکر میں اکثر علماء امت میں فرقہ پرستی کا باعث بن رہے ہیں اور فرقہ بازی کو ہوا دے رہے ہیں۔

انسان کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر ایک انسان خطا کرتا ہے (انبیاء علیہم السلام کے علاوہ' کیونکہ وہ معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں) اور بہترین خطا کار وہ ہے جو توبہ کرتے ہیں۔ (مشکوۃ شریف) اسلامی زندگی میں توبہ بہت بڑا سہارا اور ذریعہ نجات ہے' بقول عارف ''توبہ بڑی سپر ہے گنہ گار کے لئے'' توبہ کرنے سے انسان سزا سے بچ

جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جل شانہ خوش ہو جاتا ہے۔ کافر، مشرک، بے دین جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پاک نبی آخر الزمان ﷺ پر ایمان نہ لائیں، ان کی توبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی۔ توبہ صرف مسلمان **کی** قبول ہوتی ہے۔

توبہ عربی زبان کا لفظ ہے اور تَابَ، یَتُوبُ، تَوْبَۃً سے مشتق ہے۔ گناہ سے روگردانی کر کے، ندامت اور پشیمانی کے احساس کے ساتھ، اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف متوجہ ہونے کو "توبۃ الی اللّٰہ" کہتے ہیں۔ گناہ سے توبہ کرنے والے کی صفت کو تائب کہتے ہیں، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے "التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ" (گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے، جس نے جیسے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔)

"اَلتَّوَّابُ" اللہ تعالیٰ جل شانہ کا بہت عظیم صفاتی نام ہے، یعنی بندے کا توبہ قبول کر کے اس کے گناہ معاف کر کے اسے اپنے فضل وکرم سے نوازنے والا، کسی کو توبہ کرنے کی ترغیب دینے کو "اِسْتِعَابَہ" کہتے ہیں۔

توبہ کے لغوی معنی، استغفار، افسوس، پچھتاوا، ندامت، پشیمانی اور کسی برے کام سے باز رہنے کے عہد کو کہتے ہیں، توبۃ النصوح، سچی توبہ کو کہتے ہیں۔ اصطلاحی طور پر توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ترک کر کے اطاعت کی طرف لوٹے، احکامات الٰہیہ کی تعمیل کرے، توبہ آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد ہوتا ہے جو انسان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے، توبہ انسان کا ذریعہ نجات ہے۔

توبہ کیوں کی جاتی ہے؟

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو اپنی بندگی، عبادت اور اطاعت کے لئے پیدا کیا ہے۔ وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ

اور اسے اتنی صلاحیت سے نوازا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر اس کے قواعد وضوابط اور راہ نما اصولوں کی روشنی میں چلے، نیکی، بدی اور تقویٰ وفجور میں امتیاز کرے، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرے اور انسانی معاشرے کی تہذیب اور پروان چڑھانے میں مددومعاون ہو، یہی انسان کا مقصد حیات ہے اور یہی نیکی، تقویٰ اور پرہیزگاری کا راستہ ہے، اسی سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی رضا اور اس کے محبوب پاک ﷺ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ یہی اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول ہے اور یہی انسان کے قلب وروح کی خواہش وتمنا ہے، لیکن شیطان کے دجل وفریب میں پھنس کر اور نفسانی خواہشات کا شکار ہو کر انسان گناہ وعصیان کی راہ پر پڑ کر اپنے خالق ومالک کو ناراض کر دیتا ہے۔ یعنی دنیا کا ہر وہ کام جو منشاء الٰہی کے خلاف اور اس کی نافرمانی اور ناراضگی کا سبب ہو، وہ گناہ کہلاتا ہے، گناہ کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ عزوجل کو راضی کرنے اور اس کی رضا

مندی وخوشنودی کو دوبارہ حاصل کرنے کو ''توبہ'' کہتے ہیں۔یعنی گناہ سے دوبارہ اطاعت کی طرف آ جانے کا نام توبہ ہے اور ہر گناہ سے توبہ واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی نافرمانی پر توبہ کی قبولیت کی تین شرائط ہیں:۔

۱۔ کئے گئے گناہ کو فوراً ترک کر دیا جائے۔

۲۔ کئے گئے گناہ پر ندامت اور پشیمانی ہو' حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ اَلنَّدَمُ تَوْبَۃٌ (ندامت توبہ ہے۔)

۳۔ پختہ عہد کرے کہ آئندہ اس گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گا۔

اگر گناہ حقوق العباد یعنی کسی انسان سے متعلق ہو' تو ان تین شرائط کے ساتھ ایک چوتھی شرط بھی واجب ہوتی ہے کہ ''حق والے کا حق ادا کرے'' مثلاً کسی شخص کے مال کو غصب کرنے کی صورت میں مال اگر موجود ہے تو واپس کر دے' ورنہ مال کا بدل دے یعنی اس چیز جیسی دوسری چیز دے یا اس کی قیمت دے' خدانخواستہ اگر کسی شخص پر جھوٹی تہمت لگائی ہے' تو اپنے آپ کو اس شخص کے حوالہ کر دے اور اس سے کہہ دے کہ جو سزا وہ چاہے اسے دے اور یا معاف کر دے۔ اور اگر کسی شخص کی غیبت کی ہو' تو اس سے معافی طلب کرے اور اگر خدشہ ہو کہ وہ اسے معاف نہیں کرے گا۔ تو پھر اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار کرے' تا کہ اس کی غیبت کرنے کا گناہ ہلکا ہو یا معاف ہو جائے۔ حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توبہ کے تین مقامات ہیں۔

۱۔ **توبہ:** یہ عام مومنین کا مقام ہے' جب ایک مومن اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے فرامین واحکامات کی روشنی میں اپنے برے احوال پر غور کرتا ہے' اپنے اعمال کا جائزہ لیتا ہے' اپنے عیبوں پر نظر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعید' عذاب اور سزا کا خیال کر کے ندامت محسوس کرتا ہے' پشیمانی کا اظہار کرتا ہے اور خواب غفلت سے بیدار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حضور لوٹتا ہے اور اس سے مغفرت طلب کرتا ہے' توبہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ خوش ہو کر اس کی خطاؤں' غلطیوں اور گناہوں کو معاف فرماتا ہے' حتیٰ کہ اسے معصیت اور گناہ کے قید سے رہائی ملتی ہے اور وہ گناہوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتا ہے۔ یہ عوام کی توبہ کہلاتی ہے۔

۲۔ **انابت:** یہ توبہ جو اللہ تعالیٰ کے اجروثواب سے محرومی کے خوف کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ خواص کی توبہ ہوتی ہے اور یہ توبہ کرنے والے منیب کہلاتے ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِیْبٍ اُدْخُلُوْھَا بِسَلٰمٍ ذَالِکَ یَوْمُ الْخُلُوْد (ق'۵۰:۳۲-۳۳)

''جو اللہ تعالیٰ سے بن دیکھے ڈرا اور ایک

رجوع کرنے والا دل لے کر آیا' اس کو حکم ہوگا۔ داخل ہو جاؤ اس جنت میں سلامتی سے' یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔''

یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بلند اور اونچا مقام رکھنے والوں کی توبہ ہوتی ہے' یہ لوگ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت میں رہتے ہیں اور موجودہ رتبہ ومقام پر قائم رہنے پر ندامت محسوس کرتے ہیں اور موجودہ مقام پر قائم رہنے سے توبہ کرتے ہیں۔

۳۔اوّابیت: یہ توبہ کی وہ قسم ہوتی ہے جو اللہ کے عذاب کے خوف اور اخروی نعمتوں کے حصول کے محرک کی وجہ سے نہیں ہوتی' بلکہ ان دونوں سے ماوراء ہو کر خالصتاً اور محض رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر اللہ کی بارگاہ میں کی جاتی ہے' اس کا مقصود خالق حقیقی کی خوشنودی ہوتا ہے۔ بندے کے دل میں اللہ سے ایسی محبت اور اس کے قرب کی ایسی آرزو پیدا ہوتی ہے کہ وہ ہر لمحہ اپنے سابقہ مقام کو اپنے لئے گناہ تصور کرتا ہے' مقام اوابیت پر فائز افراد کو ''اَوَّاب'' کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ ان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

''نِعْمَ العَبْدُ ط اِنَّهٗ اَوَّابٌ'' وہ بہت خوب بندہ تھا' درحقیقت وہ (ہر حال میں ہماری طرف) رجوع رہنے والا بندہ تھا۔ (ص: ۳۸)

حضرت رابعہ بصری کا بصیرت افروز واقعہ:

حضرت بی بی رابعہ بصری رضی اللہ عنہا کو عرفاء کاملین اور صوفیاء واصلین میں ممتاز مقام حاصل ہے' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید خاص حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے' کہ جب کبھی میرا دل چاہتا کہ اللہ کی باتیں سنوں اور اللہ کی معرفت کے نور سے میرا دل منور ہو جائے تو میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت بی بی رابعہ بصری رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں حاضری دیا کرتا۔ اس طرح ایک رات جب میں ان کی بارگاہ میں حاضر تھا' ساری رات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی معرفت کی باتیں ہوتی رہیں' خالق حقیقی کی رفعتوں' عظمتوں اور شانوں کے تذکرے ہوتے رہے' صبح جب آپ کی بارگاہ سے اٹھ کر واپس ہوا تو اللہ کی عزت کی قسم ایسے محسوس ہوا کہ اللہ کی معرفت کے باب میں حضرت بی بی رابعہ سمندر ہیں اور میرا دامن ایک قطرے سے بھی تر نہیں اور میں ان کے بحر معرفت کے مقابلے میں ایک قطرہ سے بھی کم ہوں' ان کے بارے میں روایت ہے کہ ایک بار وہ ایک ہاتھ میں پانی اور دوسرے میں آگ لئے تیز تیز دوڑی جا رہی ہیں۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ ماجرا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کچھ لوگ دوزخ کے ڈر سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں' میرا دل چاہتا ہے کہ دوزخ کو اس پانی سے بجھا دوں اور کچھ لوگ جنت کے حصول کی خاطر عبادت کرتے ہیں۔ اگر ہو سکے تو اس آگ سے جنت کو جلا دوں' تاکہ کوئی دوزخ کے ڈر سے اللہ کی عبادت نہ کرے اور جنت

کے حصول کی لالچ میں اظہار بندگی نہ کرے' بلکہ ہر شخص فقط اللہ کی رضا کے لئے عبادت کرے۔

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّىْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ (ہود۱۱: ۹۰)

''اور اپنے رب سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہو' پھر اس کی طرف رجوع رہو (یعنی پھر وہ گناہ نہ کرو اور اس کی اطاعت میں رہو اور اپنے گزشتہ گناہوں کی کثرت سے نہ گھبراؤ) بیشک میرا رب بڑا بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔ (وہ تمہارے گناہ بخشوانے کی التجا پر محض تمہارے گناہ ہی نہ بخشے گا بلکہ تمہاری اطاعت کے باعث تم سے محبت بھی کرنے لگے گا)

سورہ ہود میں آیت نمبر 90 - 89 میں حضرت شعیب علیہ السلام کے ایک عظیم الشان خطاب کا بیان ہے۔ انہوں نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا کہ اے میری قوم! مجھے فکر ہے کہ میری مخالفت' مجھ سے عداوت' مجھ سے تمہارا بغض اور میرے دین سے تمہاری نفرت' تمہارے نفس کو اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے احکام وفرامین سے کہیں مزید باغی نہ بنائے اور تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر اور بت پرستی' ناپ تول میں کمی کرنے اور توبہ واستغفار کو ترک کرنے پر اسی طرح ڈٹے نہ رہ جاؤ' مجھے ڈر ہے کہ تم پر بھی ویسا ہی عذاب نہ آئے جیسا کہ قوم نوح پر ایک عالمگیر طوفان' قوم ہود پر شدید آندھی اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم پر ایک زبردست چنگھاڑ اور زلزلہ کی صورت میں آیا تھا اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے اوپر جب زمین کو الٹا دیا گیا تھا اور اے میری قوم! قوم لوط کا زمانہ تو تمہارے بہت قریب گزرا ہے ان کی تباہی اور بربادی کے آثار تو تم اپنی آنکھوں سے خود ہر وقت چلتے پھرتے دیکھتے ہو' دیکھو! اے میری قوم کے لوگو! ان تمام حالات سے سبق سیکھو' عبرت حاصل کرو' اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے رسول (علیہ السلام) کی مخالفت سے باز آؤ' ورنہ تم پر بھی پچھلی قوموں کی طرح ایسا شدید عذاب آ جائے گا کہ جو تم کو ملیامیٹ کر دے گا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم سے یہ خطاب بہت منظم اور بصیرت افروز ہے' اس خطاب میں ان بدبخت اقوام وملل اور افراد کا ذکر ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے عداوت اور مخالفت میں اتنے اندھے ہوگئے تھے کہ نہ تو انہیں اپنے نفع ونقصان کا خیال تھا اور نہ ہی جھوٹ سچ کی سمجھ' وہ بغض' حسد' کینہ اور جذبہ انتقام میں ایسے اندھے ہو گئے تھے کہ اپنے سامنے کی کھلی حقیقتیں بھی ان کو نظر نہیں آتی تھیں' وہ حق کی بات سننے کے روادار نہیں تھے اور سچائی سے دور بھاگتے تھے۔ ان کی طبیعتوں میں رذائل وذمائم ایسے رچ بس گئے تھے کہ وہ ان کی فطرت ثانیہ بن چکے تھے' وہ اخلاق رذیلہ بداخلاقی اور فحاشی کو جدید تہذیب' روشن خیالی اور وسعت نظر سمجھتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم سے محبت کرنے والے تھے اور ان کو نجات کی راہ پر لانے کی جدوجہد میں مصروف تھے' وہ

دل سے چاہتے تھے کہ صرف ان کی مخالفت کی وجہ سے ان کی قوم کے لوگ اپنے اوپر اتنا بڑا ظلم نہ کریں کہ نجات کے سارے راستے مسدود ہو جائیں۔ وہ ہر وقت ان کو توبہ کی طرف مائل کرانے کی کوشش میں مصروف رہتے تھے اوران کو نصیحت کرتے تھے لیکن لوگوں پر ان کی نصیحتوں کا الٹا اثر پڑتا تھا اور ان کی مخالفت میں وہ مزید بڑھ چڑھ کر گناہ پر گناہ کئے جا رہے تھے' ان کے گناہوں کا انبار بڑھتا چلا جا رہا تھا' وہ لوگ جھوٹ' دھوکا دہی' ریاکاری' دجل' مکروفریب' ملاوٹ' خیانت' بددیانتی' سودی کاروبار اور کمزور انسانوں کو معاشی بدحالی کا شکار بنانے کی عادات قبیحہ میں بری طرح گرفتار تھے۔ وہ ناجائز ذخیرہ اندوزی اور دولت کے ارتکاز جیسے رذائل کا شکار تھے' وہ ذخیرہ اندوزی' احتکار اور اکتناز کو اپنا خاص فن سمجھتے تھے' جھوٹ بولتے تھے اور ناجائز قسمیں کھا کر سودا بیچتے تھے۔ تجارت پیشہ لوگ خوشحال تھے' لیکن کمزوروں کا استحصال ان کا پیشہ بن چکا تھا' مال ودولت کے پجاری تھے' سودی لین دین میں ماہر تھے اور بھاری شرح سود سے لوگوں کو تباہ کرتے تھے۔

صاحب مدین حضرت شعیب علیہ السلام ان حالات میں ان کو اللہ تعالیٰ جل شانہ کے قہر وغضب سے بچانے کے لئے توبہ کی تلقین فرمایا کرتے تھے' اور انہیں اللہ تعالیٰ عزوجل کی محبت اور صفت رحمی کی یاددلاتے تھے' تاکہ اپنے آپ کو بہت بڑا گناہگار سمجھ کر کہیں وہ امید اور آس کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑ دیں اور نامرادی کے سمندر میں غرق نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرنے سے گناہگار سزا سے بچ جاتا ہے۔

کن گناہوں پر توبہ واجب ہوتی ہے

انسان سے قدم قدم پر لغزشوں' غلطیوں اور خطاؤں کا ارتکاب ہوتا ہے' بعض مواقع پر بعض نادان لوگوں کی زبان سے کفریہ کلمات نکلتے ہیں اور عملی طور پر شرک کی حرکات کا صدور ہوتا ہے' بعض گناہ کبیرہ ہوتے ہیں اور بعض صغیرہ' لیکن صغیرہ گناہوں کو بھی معمولی سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے' کیونکہ یہی چھوٹے چھوٹے گناہ جمع ہوتے ہوتے بڑے گناہوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں' کبیرہ گناہوں میں کفر' شرک' گستاخی رسول' رسول اللہ ﷺ کی طرف کسی جھوٹے قول یا فعل کو قصداً وعمداً منسوب کرنا' قتل' چوری' سوذ' شراب' ظلم' عیب جوئی' غیبت' جھوٹ' بددیانتی' خیانت' ذخیرہ اندوزی' جوا' پانسہ' ناچ گانا' بے گناہ پر تہمت' جادو' ماں باپ کی نافرمانی اوران کو ایذا رسانی' وعدہ خلافی' قریبی رشتہ داروں کی حق تلفی' جھوٹی گواہی' جھوٹی قسم' کسی کا مال غصب کرنا' سٹہ بازی' رشوت لینا اور دینا' میدان جہاد سے بھاگنا' ارکان اسلام کا قصداً ادا نہ کرنا' ارکان اسلام میں تغیر وتبدل یا ان کی ادائیگی میں غفلت برتنا' ناپ تول میں کمی کرنا' کسی صحابی کو برا کہنا' علماء حق کو قصداً بدنام کرنا' چغلخوری' دیوثی اور

بدکارعورتوں کی دلالی کرنا' جادوٹونہ' نجومیوں اور فال گیروں پر یقین کرنا' علم وقدرت رکھنے کے باوجود امر ونواہی کو ترک کرنا' عمداً قصداً قرآن حکیم کو یاد کر کے بھلا دینا' کسی جاندار کو آگ میں جلانا (ماسوائے ایذا رسان حشرات کے) میاں بیوی میں جھگڑا کرانا' بیویوں کوشوہر کے حقوق کی ادائیگی سے روکنا' اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوفی' اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی' شعائر اللہ کی تکذیب' حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہنا' حالت اضطراری نہ ہونے کے باوجود مردار اور حرام جانور کا گوشت کھانا' مال میں اسراف کرنا' زمین میں فساد پھیلانا' عصبیت اور کسی کی ناجائز حمایت اور طرفداری کرنا' کسی کے منہ پر بے جا تعریف کرنا' اقلیتوں اور ذمیوں کے جائز حقوق غصب کرنا اور انہیں بلاوجہ نقصان پہنچانا' بیوی کو اپنی ماں' بیٹی یا بہن کہنا' صغیرہ گناہ کا باربار کرنا' کسی کو گناہ کی دعوت دینااور گناہ پر آمادہ کرنا' بدنگاہی' لوگوں کے سامنے عمداً قصداً ستر کھولنا' زنا' لواطت' استمنا بالید' امرد ونوخیزلڑکوں' شاگردوں اور مریدوں سے اپنے آپ کو تنہائی میں مساج کروانا' نامحرم عورتوں سے ملاپ اور ان سے پاؤں دبوانا' بے ریش لڑکے کی طرف شہوت کی نگاہ سے دیکھنا' کسی کے واجب حق کو روکنا' خودکشی کرنا' اپنے کسی عضو کو تلف کرنا' تقدیر کا انکار کرنا' لوگوں کے نسب کو برا کہنا' پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا' صدقہ' ہدیہ' زکوٰۃ دے کر احسان جتلانا اور شرمندہ کرنا' احسان کرنے والے کی ناشکری کرنا' اسلامی قوانین کے تحت منتخب امیر کی نافرمانی اور اس سے غداری' اسلام دشمن ملکوں کے لئے جاسوسی کرنا' اسلامی ملکوں کے جنگی راز دشمنوں پر افشا کرنا' کسی مخلوق کے نام پر جانور کی قربانی کرنا' گمراہی اور فحاشی کے کاموں کی طرف لوگوں کو بلانا' مسلمانوں کے ساتھ بلاوجہ لڑائی جھگڑا کرنا' کسی مسلمان کو چاقو چھری دکھا کر مارنے کی دھمکی دینا' کسی کی نقل اتارنا اور تمسخر کرنا' ضرورت سے زائد پانی کا بے جا استعمال کرنا' ضرورت سے زائد پانی کا کسی کو دینے میں بخل کرنا' الحاد وگمراہی پھیلانا' حرمین شریفین میں گستاخی کرنا' لوگوں کے پوشیدہ عیوب کا ظاہر کرنا' افیون' بھنگ' چرس' ہیروئن اور نشہ آور چیزوں کا استعمال' کسی مسلمان کو کافر کہنا' غرور وتکبر اور خودنمائش کے لئے زائد از ضرورت اشیاء کا استعمال' حائضہ عورت سے جماع' کسی جانور' گائے سے بدفعلی کرنا' عالم کا اپنے علم پر خود عمل نہ کرنا' کسی دوسرے کے گھر میں بلااجازت داخل ہونا یا جھانکنا یا دیوار پھلانگناوغیرہ۔ یہ سب گناہ کبیرہ کے زمرہ میں آتے ہیں اور ان کے صادر ہونے پر فوراً توبہ کرنا واجب ہے۔

دین ودنیا میں امن' سلامتی' فلاح اور روزحشر میں حصول نجات کا پہلا قدم اور آخری سہارا توبہ ہے' دنیا میں انسان سے قدم قدم پر خطائیں ہوتی ہیں' جو انسان کو ہلاکت کی طرف لے جاتی ہیں' اگر

پوری سمجھ بوجھ اور دیانتداری سے انسان گناہ کے کاموں کا تجزیہ کرے اور اس پر غور کرے تو اسے گناہ کا ایک کام بھی فائدہ اور نفع کا نظر نہیں آئے گا' بلکہ سارا سودا سراسر خسارے کا نظر آئے گا۔ انسان کی فلاح کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ خود اس کا نفس اور شیطان ہے۔ انسان کے اردگرد کے ماحول میں اگر بعض چیزیں' مثلاً بُرے دوستوں کی صحبت' جہاں پہلے پہل ایک شخص فحش گوئی' بدکلامی' چغلی' غیبت' حسد' تاش اور جوا' سگریٹ نوشی' چرس' شراب' جیسی عادات قبیحہ میں گرفتار ہوتا ہے پھر نوبت دولت لٹانے' قلاش ہونے اور تنگدستی تک آ کر لڑائی جھگڑے دنگا فساد اور قتل وغارت تک آ جاتی ہے' بہت سارے لوگ مارے جاتے ہیں' بہت سارے پھانسی چڑھتے ہیں' اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ بھی انسان کے اپنے نفس اور شیطان کے بہکاوے کا شاخسانہ ہوتا ہے' ایک باشعور' عقلمند اور دانا شخص آخر اپنے آپ کو کیوں ان برائیوں کا شکار ہونے دیتا ہے۔ ان دونوں دشمنوں سے بچاؤ اور حفاظت کا واحد ذریعہ انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ اور استغفار ہے اور یہی مسلمانوں کا شیوہ ہوتا ہے۔ (جاری ہے)

عورت اور بازار

عورت جو زندگی کے لئے پیرہن بنی
راحت بنی سکون بنی، غم شکن بنی
دلہن بنی کبھی تو کبھی ماں بہن بنی
بزم جہاں میں رونق صد انجمن بنی
افسوس آج وہ سر بازار بک گئی
کانٹوں کے مول ہائے گل زار بک گئی
عورت جو راہ حق کے لئے رہنما ہوئی
مریمؑ ہوئی، خدیجہؓ ہوئی، فاطمہؓ ہوئی
دامان پاک جس کا بنے سجدہ گاہ ہے
لوح جہاں پہ آج وہ حرف گناہ ہے
ہم کو اسی نے راہ تمدن دکھائی ہے
آدم کو آدمی سے محبت سکھائی ہے
نور حیا سے ظلمت ہستی مٹائی ہے
عصمت کی ضو سے شمع عبادت جلائی ہے
جو روح ارتقا کا دمکتا چراغ ہے
وہ دامن حیات پہ دھبہ ہے داغ ہے

☆☆☆☆☆

قرآن اور معراج ﷺ

علامہ محمد علی نقشبندی

یوں تو رسول اکرم ﷺ کو بے شمار، کثیر النوع معجزات عطا کئے گئے مگر معجزہ معراج اپنی نوعیت کے اعتبار سے بے مثال ہے۔ اس میں لاتعداد اسرار، لامحدود انوار اور بے حد و حساب نوازشات و فیوضات ظاہر وباہر ہیں عنوان بالا کے تحت چند آیات جو اس معجزہ پر دال ہیں پیش خدمت ہیں۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰاتِنَااِنَّہٗ ھُوَا لسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ. (الاسراء، ۱۷:۱)

(ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ بابرکت بنادیا ہم نے جس کے گردونواح کو تاکہ ہم دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں بے شک وہی سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

خداوند قدوس نے اس آیت کا آغاز لفظ ''سبحان'' سے کیا جو مقام تعجب پر استعمال ہوتا ہے چونکہ واقعہ معراج عجیب ترین اور عقل انسانی سے بالاتر معجزہ تھا اور یہ امر محال ہے کہ کوئی انسان قلیل ترین مدت میں مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک (جو اس زمانے میں سواری کے مطابق) ایک ماہ کی مسافت طے کرے اور آسمانوں کی سیر اور عالم بالا کے مکشوفات سے آگاہ ہوکر واپس آئے مگر عرصہ نہایت قلیل **صرف لیلاً** ہو۔ اس لئے ''سبحان'' کا لفظ لاکر تعجب کو دور کیا گیا کہ اپنے نبی کی معراج پر لے جانے والی ذات ہر ضعف، عجز اور عیب سے پاک ہے۔ چونکہ وہ ہر شے پر قادر ہے اس لئے اپنے محبوب کو آسمانوں پر لے جانا اور لے آنا اس کے لئے امر محال و مشکل نہیں ہے۔ معنی کے لحاظ سے ترجمہ پر غور فرمایئے تو بے شمار انعامات و حقائق منکشف ہوتے ہیں۔

اسریٰ عموماً رات کی سیر کے لئے استعمال ہوتا ہے چونکہ واقعہ معراج شب کو پیش آیا اس لئے لفظ اسریٰ کا استعمال ہوا معنی اس طرح ہوئے اس نے سیر کرائی۔

بعبدہ اپنے بندے یا خاص بندے کو۔ لفظ

عبد میں کئی خاص نکات پوشیدہ ہیں۔ عبد جسم اور روح کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے اس میں اشارہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو جسمانی معراج کرائی گئی۔

بعبدہ کا آخری حرف ہ خصوصی قرب کا مظہر ہے عبد کی اضافت خدا تعالیٰ نے اپنی طرف کر کے عیاں کیا کہ عبدہ کے معنی اپنا خاص بندہ ہے۔

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر
ما سراپا انتظار او منتظر

بعبدہ سے مقصود الٰہی یہ تھا کہ میرے محبوب کریم ﷺ کے اس معجزہ عظیم سے آگاہ ہو کر نصاریٰ کی طرح اہل ایمان بھی شرک کا شکار نہ ہو جائیں۔

خداوند قدوس نے رسول اکرم ﷺ کو نبوت و رسالت کا تاج پہنا کر مخلوق کی طرف بھیجا تو فرمایا قد جآء کم الرسولُ قد جآء کم من اللہ نور، یایھا النبی انا ارسلناک شاھدا و مبشرا ونذیرا یعنی مخلوق کو بتایا گیا کہ میرے محبوب، رسول، نبی، نور، شاہد، مبشر ہیں مگر جب اپنے پاس بلایا تو عبدیت کے فخر عظیم سے سرفراز فرمایا کہ میرا محبوب میرا عبد خاص ہے۔

اسریٰ (رات کی سیر) کے باوجود لیلاً شامل کیا گیا جو رات کے قلیل عرصہ پر بولا جاتا ہے۔ لیلاً کو نکرہ بیان کیا گیا تاکہ واضح رہے کہ معراج شریف ساری رات نہیں بلکہ قلیل ترین، حصہ شب میں ہوئی۔

من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ مسجد حرام یعنی مکہ معظمہ سے مسجد اقصیٰ بیت المقدس تک یہاں مسجد حرام بیت اللہ شریف یا حرم پاک کو کہا گیا جبکہ مسجد اقصیٰ بیت المقدس کی مشہور مسجد ہے جو سابقہ ہزارہا انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا قبلہ اور مرکز تبلیغ رہی ہے۔

الذی بر کنا حولہ اس کے اردگرد ہم نے برکت رکھی ہے۔

۱۔ دینی لحاظ سے مسجد اقصیٰ کے اردگرد اور جس جگہ مسجد تعمیر ہے وہاں ہزاروں انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے اولیاء و صلحاء کی عبادت گاہیں ہیں۔

۲۔ مسجد اقصیٰ کے اردگرد ہزاروں انبیاء علیہم السلام کے مزارات مقدسہ ہیں ان کو مقامات برکت کہا گیا ہے۔

۳۔ مسجد اقصیٰ اور اس کے قریبی نواحی مقامات نزول وحی کے عرفان و برکات سے معمور ہیں۔

۴۔ شب معراج محبوب مکرم ﷺ اسی مسجد اقصیٰ میں جملہ انبیاء و مرسلین کی امامت فرمانے کی وجہ سے امام المرسلین و الانبیاء کے عظیم لقب سے سرفراز فرمائے گئے۔

۵۔ دنیوی لحاظ سے بھی بیت المقدس چاروں طرف سے میلوں تک زرخیزی اور شادابی کے لئے مشہور ہے۔ باغات، نہروں، سبزیات اور غلہ جات کی فراوانی سے پر رونق اور قابل دید جگہ تھی۔

لنریہ من ایاتنا تاکہ ہم انہیں اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔

عظیم الشان نشانیوں کے تذکرہ میں علماء کرام نے عجائبات زمین و آسمان جنت و دوزخ، حورو ملائکہ، سدرۃ المنتہیٰ، بیت المعمور، عرش عظیم وغیرہ کا دکھانا بیان کیا بلکہ ان کے علاوہ بھی دیگر بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔

انه هو السمیع البصیر بے شک وہ سب سننے والا اور سب دیکھنے والا ہے۔

یہاں مفسرین کے دو قول ہیں اول اس کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے دوم اس کا مرجع رسول اکرم ﷺ ہیں۔ حق یہ ہے کہ دونوں اپنے اپنے منصب و وصف کے لحاظ سے درست ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، روح البیان، مظہری، ابن کثیر)

والنجم اذا هوی ما ضل صاحبكم وما غوى وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحی یوحی علمه شديد القوىٰ ذومرة فاستوىٰ وهو بالافق الاعلیٰ ثم دنى فتدلى فكان قاب قوسين او ادنى فاوحى الى عبده ما اوحى ما كذب الفؤاد ما راى. (النجم)

اس پیارے چمکتے تارے کی قسم، جب یہ معراج سے اترے، تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے، اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ وہی کہتے ہیں جو وحی کی جاتی ہے۔ انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔ (کنزالایمان)

والنجم کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں بعض نے آسمان کے سب ستارے مراد لئے بعض نے ثریا، یعنی اکٹھے چند ستارے مراد لئے۔ بعض نے رجوم الشیاطین یعنی شیطان کو انگاروں کی طرح پڑنے والے ستارے کہا بعض نے قیامت کے دن جھڑنے اور بکھرنے والے ستارے کہا۔ بعض نے قرآن مجید مراد لیا۔ لیکن سب سے عمدہ اور اعلیٰ مراد وہ ہے جو امام برحق، سیدنا امام جعفر صادقؓ نے لی ہے۔ آپؓ نے فرمایا اس آیت میں والنجم سے مراد سید عالم ﷺ ہیں۔

ھوی کا معنی اوپر سے نیچے اترنا یا گرنا ہے۔ لہذا اگر نجم سے مراد آقائے دو جہاں ﷺ کی ذات اقدس ہو تو شب معراج آپ کا آسمانوں سے نیچے اترنا ھوی سے ثابت ہوتا ہے۔ جو ناقابل تردید حقیقت بن جاتی ہے۔ عروج کے بعد ہدایتِ مخلوق کے لئے نیچے اترنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت پر احسان عظیم ہے۔

ما ضل صاحبكم وما غوى تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔

صاحبکم سے مراد محبوب کبریا ﷺ ہیں۔ اس طرح یہ آیت کریمہ نعت حبیب اکرم ﷺ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سفر معراج میں آپ نے منشاء خداوندی کے عین مطابق پورے ہوش و حواس اور خبرداری سے فائدہ اٹھایا جس میں قطعاً کسی قسم کی بے

خبری یا عدم توجہی کا شائبہ تک نہ تھا مشاہدات، مکشوفات اور جملہ اسرار و رموز سے آگاہ ہوئے۔

لنریه من ایاتنا سے خوب سرشار ہوئے۔

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی.

وہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے جو فرماتے ہیں وحی ہوتی ہے۔

اگرچہ محبوب کریم ﷺ کا ہر کلام معجز نما ہے مگر یہاں پر سفر معراج کے بارے میں فرمایا گیا کہ میرے محبوب نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ اس کا مشاہدہ کیا ہے اس لئے اس کا کلام ایسے ہی ہے جیسے معراج کرانے والا خود بیان کر رہا ہے۔

ان آیات میں صاحب تفسیر کبیر امام فخر الدین رازیؒ نے ایک مزید لطیف تفسیر بیان کی ہے کہ امام الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کا بھکنا اور بے راہ چلنے کا تصور ممکن نہیں کیونکہ معراج کے نتیجہ میں رویت باری تعالیٰ کے بعد خود کو ایسا فنا کر دیا کہ اب آپ ﷺ کا ہر ارشاد وحیِ الٰہی ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور اقدسِ ﷺ نے اپنی ذات و خواہشات کو محبت اور منشاء الٰہی میں گم کر دیا تھا جس کے نتیجے میں کلام محبوب ﷺ کلام باری کی شان رفیع سے علو ہو گیا۔

صاحب روح البیان فرماتے ہیں اس آیت میں ارشاد ہے کہ نبی کریم روف الرحیم ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں فنائیت کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا۔ تجلی باری تعالیٰ کا اس قدر غلبہ ہوا کہ اب جو کچھ فرماتے ہیں وحی الٰہی ہوتا ہے۔

علمه شدید القوی ذو مرۃ فاستوی.

انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے۔

بعض مفسرین نے سخت قوتوں والے سے جبریل امین علیہ السلام مراد لیا ہے۔ سکھانے سے تعلیم الٰہی سکھانا یعنی وحی مراد ہے لیکن علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ نے تفسیر روح البیان میں حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی اپنی ذات مراد ہے یعنی خداوند قدوس نے خود اپنے محبوب مکرم ﷺ کو بے واسطہ تعلیم دی۔

فاستوی وھو بالافق الاعلیٰ.

پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا۔

صاحب تفسیر روح البیان نے یہاں بھی حضور ﷺ کا مقام عالی اور منزل رفیع یعنی افق اعلیٰ پر استوا فرمانا مراد لیا ہے اور لکھا ہے کہ جبریل امین علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پر رک گئے آگے بڑھنے سے عذر خواہ ہوئے کہ اگر میں بال برابر بھی آگے بڑھوں گا تو تجلیات الٰہی جلادیں گی مگر سید البشر اور باعث تخلیق بشریت آگے بڑھ گئے حتیٰ کہ عرش سے بھی آگے گزر گئے۔

اگر یک سر موئے بر تر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی.

پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو

اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر کمال محبت وعقیدت سے فرمائی ہے کہ سرور کائنات ﷺ آسمانوں پر پہنچے تو تجلی ربانی آپ کی طرف متوجہ ہوئی اور حق تعالیٰ نے اپنے قرب کی نعمت سے نوازا، قرب میں باریابی حق سے سرفراز ہوئے، وصال کی نعمتوں سے فیض یاب ہوئے، لطف خدا اور معرفت خاص سے سیراب ہوئے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے لطف و رحمت بے پایاں کے ساتھ اپنے حبیب کریم ﷺ کے قریب ہوا بلکہ اس قرب میں زیادتی بخشی حتی کہ مقرب بارگاہ ربوبیت ہوکر رسول کائنات نے خالق ومالک کائنات کے حضور اظہار عبدیت کے طور پر سجدہ اطاعت ادا کیا۔ (خزائن العرفان)

فاوحی الی عبده ما اوحی.

پس وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

یہاں بھی مفسرین اور اہل عشق و معرفت نے اپنے اپنے ذوق لطیف کا اظہار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ خاص سیدنا حضور نبی اکرم ﷺ کو وحی خاص فرمائی۔ (جمل)

اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ وحی کے راز کو تمام مخلوق سے مخفی رکھا یعنی اپنے بندہ خاص کو جو وحی فرمائی محب ومحبوب کے درمیان راز ہے جن کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (روح البیان)

شب معراج رسول اللہ ﷺ کو بلا واسطہ وحی سے نوازا گیا اور کئی قسم کے علوم عطا فرمائے۔ صاحب معراج کے سوا کوئی ان کا متحمل نہ ہوسکتا تھا حتی کہ جبریل امین بھی پہنچانے سے معذور تھے وہ جملہ اسرار و رموز امت محمدیہ کے اخص الخواص کو تلقین کئے جانے کے لئے بھی خود خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو بلاواسطہ اپنے فیضان رحمت ومعرفت سے عطا فرمائے۔ (خزائن العرفان)

سیدنا حضرت امام جعفر صادقؓ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ خاص کو وحی فرمائی یہ وحی بے واسطہ تھی اور محبوب اکرم ﷺ ایک راز خاص ہیں اس لئے بے واسطہ وحی سے مقام محبوبی کا تاج پہنایا اور بے مثلیت کی عظمت و رفعت سے نواز کر مقام محبوبیت کی قبولیت کو ظاہر فرمایا۔ (روح البیان)

ما کذب الفواد ما رای.

دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

روایات کی روشنی میں مفسرین میں سے کسی نے لکھا جبریل امین کو دیکھا اور کسی نے لکھا خداوند قدوس کی زیارت کی کسی نے کہا کہ دل کی آنکھوں سے دیکھا اور کسی نے کہا کہ سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

روح البیان، شفا شریف اور مواہب اللدنیہ میں بتفصیل درج ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے سر کی آنکھوں سے رب تعالیٰ کو دیکھا۔

خواجہ حسن بصریؒ نے قسم کھا کر کہا کہ معراج میں حضور ﷺ نے رب تعالیٰ کو دیکھا۔ سیدنا حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے رب کو دیکھا، رب کو دیکھا، رب کو دیکھا اتنی بار کہا کہ آپ کی سانس رک گئی۔ (روح البیان)

روزہ کی مقصدیت وافادیت

آسیہ سیف قادری

ماہ رمضان المبارک کی بابرکت ساعتوں کی آمد آمد ہے ـــــــــــ اللہ کے لطف وکرم اور عنایات کی بارش برسنے والی ہے رحمت کی گھٹائیں چھارہی ہیں ایمان کے گلشن میں نوید بہار لئے ماہ صیام سایہ فگن ہونے والا ہے۔ اللہ رب العزت کا بے پایاں لطف و احسان ہے کہ جس نے ہمیں ایک بار پھر اس ماہ مقدس کی مبارک ساعتوں سے بہرہ مند ہونے کا موقع عطا فرمایا۔ بلاشبہ اس مہینے کو اللہ تعالیٰ نے ہم گناہگاروں کے لئے بخشش ومغفرت کا ایک بہت بڑا ذریعہ بنادیا ہے جہاں یہ مہینہ اہل تقوی کے لئے ماہ بہار ہے وہاں خطاکاروں اور گناہگاروں کے لئے بخشش ومغفرت کا مژدہ جانفزا بھی اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نہایت بدبخت و بدنصیب ہے وہ شخص جو رمضان کا مہینہ پائے اور پھر بھی اپنی بخشش نہ کرواسکے تاکہ سال بھر غفلت و نادانی میں مبتلا رہنے والے اور گناہوں کی وادیوں میں ڈوبنے والے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرکے اپنی آخرت سنوار لیں اور بارگاہ الٰہیہ کی طرف سے برسنے والی اس موسلا دھار رحمتوں کی برسات میں اپنے میلے کچیلے من دھوکر اجلے کرلیں دن بھر روزے کی برکت اور راتوں کے قیام سے اپنے من کی وادی میں عشق الٰہی کا کوئی پودا اگالیں۔ ہم ماہ صیام کے روزوں کی مقصدیت وافادیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔

دین اسلام کی تمام عبادات کا مقصد تقویٰ اور رضائے الٰہی کا حصول ہے مگر روزے کی مقصدیت وافادیت کا مرکز ومحور ہی تقویٰ ہے۔ رمضان المبارک کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ تمام الہامی کتابوں کی سردار کتاب قرآن مجید اسی رمضان کی ایک شب میں قلب مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہونا شروع ہوئی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن.

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔

پھر اسی ماہ رمضان میں 30 دنوں کے روزے فرض قرار دیئے گئے جس کے لئے ارشاد فرمایا گیا۔

فمن شهد منکم الشهر فلیصمه۔

پس تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پالے تو وہ اس کے روزے ضرور رکھے۔

روزہ ایک بدنی عبادت ہے اس میں شک نہیں کہ روزہ کا تصور کم وبیش ہر مذہب اور ہر قوم میں موجود رہا ہے اور اب بھی ہے مگر اسلام میں روزے کا تصور یکسر جداگانہ، منفرد اور مختلف ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف انسائیکلو پیڈیا آف جیوز میں اس طرح کیا گیا ہے۔

"یہ اسلام ہی ہے جس نے روزے کے بارے میں اپنا زاویہ نگاہ اور دائرہ کار وسیع کردیا ہے اور روزہ کے اغراض ومقاصد کو بلند کردیا ہے زندگی کی وہ تمنائیں اور نفسانی خواہشات جو عام طور پر جائز ہیں اسلامی روزہ میں ان پر بھی معین عرصہ کے لئے پابندی عائد کردی جاتی ہے اور اسلام کا ماننے والا ان پابندیوں کو اپنی دلی رغبت ومسرت کے ساتھ اپنے اوپر عائد کرلیتا ہے یہ چیزیں جسم وروح دونوں کے لئے ایک مفید ورزش ہیں"۔ روزے کی اصل مقصدیت کو حاصل کئے بغیر ہم رمضان کی برکتوں سے کماحقہٗ استفادہ نہیں کرسکتے۔

ذیل میں روزے کی مقصدیت وافادیت اور اس کی فرضیت میں چھپی حکمتوں پر مختصر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

ا۔ حصول تقویٰ

روزے کا سب سے بڑا مقصد تقویٰ کا حصول ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یآ ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کردیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی ہوجاؤ۔

اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ کے آخر میں روزے کی فرضیت کا مقصد لعلکم تتقون کے الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا کہ روزے کا مقصد و مدعا یہ ہے کہ اہل ایمان اس کے ذریعے تقویٰ و پرہیزگاری کی دولت حاصل کریں شاید انہیں خوف وخشیت الٰہی نصیب ہوجائے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے تقویٰ کے حصول کو روزوں کے ساتھ خاص کیوں کیا ہے؟ حالانکہ دیگر تمام عبادات و اذکار، نوافل، تسبیحات، حسن اخلاق اور حسن معاملات سے بھی پرہیزگاری اور تقویٰ حاصل ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ روزے کو تقویٰ کے حصول کا سب سے بڑا اور اہم ترین ذریعہ اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ تقویٰ کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسان دنیا کی خواہشات کے بندھن سے آزاد نہیں ہوجاتا اور ماہ رمضان خواہشات نفس کے بے لگام گھوڑے کو لگام ڈالتا ہے۔

حضور علیہ السلام کے فرمان الصوم جنة روزہ (دنیا میں گناہوں سے اور آخرت میں عذاب سے بچنے کے لئے) ایک ڈھال ہے۔

رمضان کا لغوی معنی ہے جلانا گویا مومن ماہ رمضان میں روزے کی آگ جلاتا ہے تو وہ آگ نفس کی شیطانی خواہشات، نفسانی شہوات، دنیاوی حرص و

لالچ اور مادی چاہتوں کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے اور اس جلنے سے پیدا ہونے والی توانائی سے روح کو جلا ملتی ہے۔ نفس کمزور و لاچار ہوتا ہے ہمارا دل، روح اور نفس کے درمیان معلق ہے اگر روح طاقتور ہو تو دل کو متاثر کرتی ہے اور اسے بھی ملاء اعلیٰ کی لذتوں سے آشنا کرتی ہے جس کے نتیجے میں دل تجلیات الٰہیہ کے انوار سے منور ہوتا ہے گویا تجلیات الٰہیہ کے حصول کے لئے قلب اس وقت تیار ہوگا جب روح پاکیزہ مقدس اور طاقتور ہوگی اور روح کی طاقت تقویٰ کے بغیر ناممکن ہے اور تقویٰ کا حصول صرف اور صرف مجاہدات و ریاضات سے ہی ممکن ہے اور مجاہدہ و ریاضت کا بہترین طریقہ روزہ ہے۔ روزے کی حالت میں انسان حرام چیزوں سے تو درکنار ان حلال و طیب چیزوں کے قریب بھی نہیں پھٹکتا جن سے متمتع ہونا عام زندگی میں بالکل جائز ہے یہ بات قابل توجہ ہے کہ روزے کی حالت میں انسان بھوک، پیاس سے تڑپ رہا ہو اور مشروبات اور مرغن غذائیں موجود ہوں اس کے باوجود وہ کھانے اور پانی کو ہاتھ لگانا تو دور کی بات ہے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا جب ایک مسلمان محض رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ان جائز و حلال اشیاء کو کچھ وقت کے لئے ترک کر دیتا ہے تو وہ ان افعال و اشیاء کو جن کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام قرار دیا ہے اور ان سے بچنے اور دور رہنے کی ہدایت فرمائی ہے جیسے شراب نوشی، بدکاری، جھوٹ، غیبت، چغلی، رشوت اور لڑائی جھگڑا و قتل و غارت وغیرہ تو پھر انسان ان حرام و ناجائز افعال سے باز کیوں نہیں آئے گا اور ہر سال ایک ماہ کے اس ضبط نفس کی لازمی تربیتی مشق کا اہتمام اس مقصد کے حصول کے لئے ہے کہ انسان کے قلب و باطن میں تقویٰ کا جوہر پیدا کر کے اس کے سیرت و کردار میں ہمہ گیر انقلاب برپا کیا جاسکے اور سال کے باقی گیارہ مہینوں میں حرام و حلال کا فرق اور امتیاز رکھنے کا جذبہ اس درجہ فروغ پاجائے کہ وہ اپنی باقی ساری زندگی میں ہر معاملے میں حکم خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے حرام چیزوں کے شائبے سے بھی بچ جائے۔

۲۔ تزکیہ نفس کا حصول

انسان جسم و روح دونوں کا مجموعہ ہے انسانی جسم مادے سے مرکب ہے جسے اپنی بقا کے لئے غذا اور دیگر مادی لوازمات کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ روح ایک لطف چیز ہے جس کی نشوونما اور بالیدگی مادی ضروریات اور دنیاوی لذات کو ترک دینے میں مضمر ہے دونوں کے تقاضے ایک دوسرے کے متضاد اور باہم متصادم ہیں۔ نفس میں برائی کا غلبہ ہوتا ہے اور نفس اپنی بہیمی، شہوانی اور حیوانی قوتوں کی وجہ سے انسان کو خدائی احکامات سے باغی و سرکش بنا دیتا ہے جس کی وجہ سے انسان ضلالت و گمراہی کی وادیوں میں ڈوبتا چلا جاتا ہے اور شیطان اس پر حاوی ہو جاتا ہے اس کے برعکس روح نہایت پاکیزہ اور شفاف ولطیف چیز ہے اس میں معرفت حق، تقویٰ و طہارت جیسی خصلتیں ہیں روزہ انسان کے نفس اور قلب

و باطن کو ہر قسم کی آلودگیوں اور کثافتوں سے پاک و صاف کر دیتا ہے اور جسم کو اپنا پابند بنا کر مادی قوتوں کو لگام دیتا ہے جس سے روح لطیف تر اور قوی تر ہوتی ہے جوں جوں روزے کی بدولت بندہ خواہشات نفسانی کے چنگل سے آزادی حاصل کرتا ہے اس کی روح غالب و توانا اور جسم مغلوب و کمزور ہوجاتا ہے۔ مسلسل روزے کے عمل اور مجاہدے سے تزکیہ نفس کا عمل تیز تر ہونے لگتا ہے شیخ سعدیؒ نے کیا خوب فرمایا تھا۔

اندروں از طعام خالی دار
تادر آں نور معرفت بنی

اپنے آپ کو خالی رکھ تا کہ تیرے اندر معرفت کا نور آئے۔

پس تزکیہ نفس کا بہترین ذریعہ روزہ ہے ایک ماہ نفس کو قابو میں رکھنے کی اس مشق سے عادت بھی بدل جائے گی اور بری باتوں کی طرف دھیان نہیں جائے گا اگر بندہ ایک طرف زہر کے اثر کو مٹانے کے لئے دوا بھی کرے تو دوسری طرف زہر کا استعمال بھی کرے تو ایسی صورت میں دوا کا اثر کس طرح ممکن ہے اس لئے روزہ کا مقصد تبھی حاصل ہوگا جب انسان اپنے نفس کو پاک و صاف اور منزہ کرے۔

مگر افسوس آج ہماری یہ مذہبی عبادت اور اہم دینی فریضہ بھی ایک رسم بن کر رہ گیا ہے روزے کو فقط ثواب کمانے اور نیک نامی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ بنالیا گیا ہے۔ سحری و افطاری کے موقع پر پرتکلف کھانوں اور رنگا رنگ مختلف ڈشوں افطار پارٹیوں کا اہتمام اس عظیم مقصد کے حصول کی راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ بن چکے ہیں۔

۳۔ صبر و شکر کا حصول

صبر ایک عظیم اخلاقی و روحانی صفت کا نام ہے جس کا تقاضا ہے کہ انسان کسی نعمت سے محرومی پر اپنی زبان کو شکوہ اور آہ وبکا سے روکے نہایت ہمت و برداشت کے ساتھ مصائب و آلام کا سامنا کرے۔ روزہ انسان کو تقویٰ کے مقام سے بھی بلند تر مقام شکر پر فائز دیکھنے کا متمنی ہے وہ اس کے اندر یہ جوہر پیدا کرنا چاہتا ہے کہ نعمت کے چھن جانے پر اور ہر قسم کی مصیبت، ابتلا اور آزمائش کا سامنا کرتے وقت اس کی طبیعت میں ملال اور پیشانی پر شکن کے آثار پیدا نہ ہونے پائیں بلکہ وہ ہر تنگی و ترشی کا ہر حال میں خندہ پیشانی سے مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتا رہے روزہ چونکہ کھانے پینے اور نفسانی شہوات سے اپنے آپ کو روکنے کا نام ہے روزہ کی حالت میں انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اپنے اوپر روک لیتا ہے جب آدمی ایک خاص مدت تک نعمتوں سے دور رہے تو پھر اس کی قدر کا پتہ چلتا ہے۔ جب تک کوئی نعمت پاس ہو اس کی کماحقہٗ قدر نہیں ہوتی جب وہ مفقود ہوجائے تو پھر اس نعمت کی صحیح اہمیت اور قدر کا احساس ہوتا ہے اور نعمت کی پہچان اور اس کی قدر شناسی اس کے حق کی ادائیگی کو واجب کر دینا ہے اور حق کی ادائیگی شکر

ے ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آیات صوم میں لعلکم تشکرون کے ذریعے تشکر کی ضرورت و اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شکر رحمہ ہی بندگی ہے ہر حال میں بندہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا رہے یہی بندگی ہے۔

۴۔ جذبہ ایثار کا حصول

انسان معاشرتی حیوان ہے وہ زندہ رہنے کے لئے دوسروں کے تعاون کا محتاج ہے۔ اگر انسانی معاشرہ اخوت، بھائی چارہ، ہمدردی و رحمدلی کے ایثار و قربانی کے جذبے سے عاری ہوجائے تو یہاں جنگل کا قانون رائج ہوجائے۔ روزے کی حالت میں بندہ بھوک و پیاس کے کرب سے گزرتا ہے اور اس کے دل میں ایثار بے نفسی اور قربانی کا جذبہ تقویت پکڑتا ہے اور وہ عملاً اس کیفیت سے گزر کر جس کا سامنا انسانی معاشرہ کے مفلوک الحال اور روٹی کپڑے سے محروم لوگ کرتے ہیں کرب و تکلیف کے احساس سے آگاہ ہوجاتا ہے اس کے دل میں دکھی اور مضطرب انسانیت کی خدمت کا جذبہ فروغ پاجاتا ہے اور ایک ایسا اسلامی معاشرہ وجود میں آتا ہے جس کی اساس باہمی محبت ومروت، انسان دوستی اور دردمندی و غمخواری کی لافانی قدروں پر ہو اس احساس کا بیدار ہوجانا روزے کی روح کا لازمی تقاضا ہے اور اس کا فقدان اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ روزے میں روح نام کی کوئی چیز نہیں بقول علامہ اقبال

روح چوں رفت از صلوۃ و از صیام
فرد ناہموار، ملت بے امام

روزہ انسان کو جذبہ ایثار و قربانی اور صبرو قناعت سکھاتا ہے مگر آپ نے دیکھا رمضان کی آمد سے ہفتوں پہلے ہمارے بازار و منڈیاں خریداروں کے ہجوم سے اٹ جاتے ہیں جیسے رمضان نہیں آرہا کوئی دیو آرہا ہے جو ہر چیز کو ہڑپ کر جائے گا اور پھر واقعتاً ایسا ہوتا ہے کہ مہنگائی کا جن اشیائے ضرورت کو عام لوگوں کی پہنچ سے اتنا دور کردیتا ہے کہ لوگ خودکشیاں کرتے نظر آتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے تو یہ تعلیم فرمائی کہ روزہ دار کا روزہ افطار کروانے سے روزے جتنا ثواب ملتا ہے۔ اس ترغیب کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں رمضان کے باعث ایثار، بھائی چارے اور اخوت و مساوات کا ماحول فروغ پائے تاکہ صاحب حیثیت لوگ تنگ دست بھائیوں کی بھوک پیاس کا احساس کرتے ہوئے انہیں اپنے ساتھ شریک طعام کریں لیکن امت محمدیؐ کے یہ خوشحال لوگ الاماشاء اللہ ایسے افطار و ڈنر کا کلچر پیدا کرچکے ہیں کہ جس میں غریب روزہ دار کی شمولیت تو کجا اس طوف گزر بھی ان کے سٹیٹس کے منافی قرار پاگئی ہے۔ عید کی خوشیوں میں محروم لوگوں کو شامل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فطرانہ کی صورت میں صدقہ واجب کردیا ہے یہ ضروری نہیں کہ عید کے دن کسی مستحق کو تلاش کرتے پھریں بلکہ آج ہی اپنے اردگرد دیکھیں کسی غریب مستحق کو باعزت طریقے سے اس کا یہ حق لوٹادیں تاکہ وہ بھی آپ کے ساتھ باعزت طور پر عید مناسکیں۔

رضائے الٰہی کا حصول

روزے کا منتہائے مقصود یہی ہے کہ وہ بندے کو وہ تمام روحانی مدارج طے کرانے کے بعد مقام رضا پر فائز دیکھنا چاہتا ہے۔ ہماری زندگی کا مقصد اللہ کی بندگی ہے اور اللہ کی بندگی رضائے الٰہی کا ہی دوسرا نام ہے زندگی کا سب سے بڑا نصب العین رضائے الٰہی کا حصول ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ورضوان من الله اكبر.

اور اللہ کی رضا سب سے بڑی ہے۔

روزے سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے

کیوکہ جملہ تمام عبادات و احکامات کی جزا مقرر ہے لیکن روزہ ہی ایسی عبادت ہے کہ جس کے بارے میں رب کائنات نے فرمایا الصوم لی وانا اجزی به.

روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

یعنی ہر عبادت کے بدلے میں کوئی ثواب مقرر ہے لیکن روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ اس کے بدلے میں، میں خود روزہ دار کو اپنی رضا و خوشنودی کا پروانہ عطا کردوں گا۔ باقی اعمال کے بدلے میں جنت ملے گی تو روزے کی جزا میں جنت والا یعنی میں خود رب ہوکر بندے کا ہوجاؤں گا اسے اپنا بنالوں گا اور اپنی رضا عطا کردوں گا اور جس سے خود مالک کل کائنات راضی ہوجائے اس سے بڑی نعمت اور اس سے بڑی سعادت کی اور کیا بات ہوگی۔

عورت اور پردہ

عورت کی حمیت کا نگہبان ہے پردہ
اخلاق کے معیار کی پہچان ہے پردہ
پردے سے جو باہر ہو وہ عورت ہی نہیں ہے
عورت کے لئے فخر کا سامان ہے پردہ
اس لفظ سے پردے کی ضرورت ہے نمایاں
اس صنف کی عزت کا نگہبان ہے پردہ
پردے نے ہی کیں عائشہؓ و فاطمہؓ پیدا
سچ یہ ہے کہ عورت کی بڑی شان ہے پردہ
عورت کی حفاظت کو دشوار نہیں ہے
عورت کی نگہداشت کو آسان ہے پردہ
عورت کو کبھی رونق بازار نہ سمجھو
عورت کے لئے عزت و ایمان ہے پردہ
پردہ ہے خداوند کے محبوب کا ارشاد
اور خود بھی خداوند کا فرمان ہے پردہ
قرآن میں بے وجہ نہیں پردے کی آیت
عورت کے لئے حکمت رحمان ہے پردہ
اور اس سے بڑی پردے کی کیا شان ہو بزمی
خود حق کو بھی مرغوب جو ہر آن ہے پردہ

(خالد بزمی ایم اے)

تحریک پاکستان میں مشائخ وعلماء کا کردار

صاحبزادہ محمد حسین آزاد الازہری (مرکزی ناظم منہاج القرآن علماء کونسل پاکستان)

قیام پاکستان کی تحریک کی اساس، دوقومی نظریہ ہے جس کے مطابق مسلمان ایک الگ قوم ہیں۔ بلاشبہ علماء کے ایک طبقے نے بڑی شدومد کے ساتھ پاکستان کی مخالفت کی مگر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اس کو ہائی لائٹ کرنے والے دانشوروں کو 1925ء سے 1942ء تک برصغیر کے کونے کونے میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے نام پر نہ وہ یادگار اور فقید المثال کانفرنسیں دکھائی دیتی ہیں جن میں مشائخ عظام اور علماء کرام نے اپنا حقیقی کردار ادا کیا۔ نہ انہیں یہ بات یاد رہتی ہے کہ ہندوستان کا ایک بھی ایسا گدی نشین یا پیر طریقت نہیں جس نے پاکستان کی مخالفت کی ہو یا اس کے لئے مالی اور جانی قربانی نہ دی ہو۔

جس وقت انگریز حکومت نے ہندوستان کے کسی ایک صوبے کی اسمبلی سے پاکستان کے حق میں قرارداد منظور کرانے کا مطالبہ کیا تو کون نہیں جانتا کہ مجاہد اسلام پیر عبدالرحمٰن صاحب آف بھرچونڈی شریف نے رات دن ایک کر کے سندھ اسمبلی سے یہ قرارداد منظور کرائی۔

اسی طرح کیا سرحد میں پیر صاحب آف مانکی شریف اور پیر صاحب آف زکوڑی شریف کی مجاہدانہ جدوجہد کے بغیر دوقومی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آنے والی اس مملکت کی تاریخ مکمل ہو سکتی ہے؟ یہ مشائخ وعلماء ہی تھے جنہوں نے اپنے بزرگوں کے فکر وعمل کے مطابق اس نظریے کے احیاء میں عملی حصہ لیکر جان ڈال دی۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے اپنی فراست، اصول پسندی اور قائدانہ صلاحیتوں سے یہ مقدمہ اس انداز سے لڑا کہ مدینہ منورہ میں قائم ہونے والی پہلی مصطفوی حکومت کے صدقہ میں یہ دوسری حکومت تھی جو محض اسلامی قومیت کے نظریہ پر قائم ہوئی۔

یہ وہی قائداعظم محمد علی جناح تھے جو ابتدائی سیاسی زندگی میں ہندو مسلم اتحاد کے قائل تھے مگر حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ کی مسلسل دینی رہنمائی کے نتیجے میں بالآخر ایک علیحدہ مسلم ریاست (پاکستان) کی تشکیل کے مطالبے پر متفق ہوگئے۔ محدث علی پوریؒ کو 1935ء میں تحریک مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں منعقدہ کل ہند کانفرنس کے موقع پر مسلمانان ہند کی قیادت کے لئے ''امیر ملت'' کا خطاب دیا گیا تھا۔

بانی پاکستان کے علاوہ مصور پاکستان علامہ محمد اقبالؒ، اولیاء کرام کی عظمت کردار کے مداح تھے اور خود اپنے والد گرامی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ آپ کو حضرت مجدد الف ثانیؒ سے کامل عقیدت تھی، پختگی علم وفکر نے آپ کو ان کے نظریہ ''وحدت الشھود'' کا قائل بنا دیا تھا جس نے آگے چل کر جداگانہ مسلم قومیت کے تصور کو قوت و